بسم اللہ الرحمن الرحیم

اِنَّ رَبِّیْ رَحِیْمٌ وَّدُوْدٌ ط

دین و دنیا کی ترقی چاہتا ہے تو اگر

یَاوَدُوْدُ یَاوَدُوْدُ یَاوَدُوْدُ ورد کر

شانِ فاضلی

مبنی بر

سوانح حیات، بیانات و کمالات اور انکشافات

جناب قبلہ عالم

حضرت فضل شاہ صاحب قطب عالم نور والے

مرتبہ: عبدالقیوم ساقی

حصہ چہارم

صفحہ 289 تا 385

ممدوح وہاں تشریف فرمانہیں تھے۔بلکہ ماموں کانجن تشریف لے گئے تھے اس لئے مجھے ان کا شرف نیاز حاصل نہ ہوسکا۔تاہم کچھ دیر کے لئے ہم اس مرددرویش کے اس کنج میں ٹھہرے اوراس دوران ان کے ایک عقیدت مند زخمی صاحب سے ملاقات ہوئی۔جنہوں نے اپنا کلام سنایا۔اور کچھ حضورؒ کی کرامات کاذکر کر کے اپنے جذبہ ارادت کا بھرپور اظہار کیا۔زخمی صاحب کی باتوں سے میرے دل میں اس درویش سے ملاقات کاشوق فزوں تر ہوگیا۔

چنانچہ چندروز کے بعد میں علامہ صاحب کے ہمراہ پھر حاضر ہوا۔اس بار مقدر نے یاوری کی۔اور میری ملاقات ایک سادہ لباس میں ملبوس انتہائی خوش چہرہ دیہاتی بزرگ سے ہوئی۔اوراس پہلی ملاقات نے ہی میرے دل ونگاہ پر گہرے اثرات مرتسم کردیئے۔یہ بزرگ بڑے مومنانہ خلوص،محبت اورتپاک سے ملے۔

تعارف کی رسم مسنون سے پتہ چلا،کہ حضرت کااسم گرامی فضل شاہؒ ہے۔اوران کے عقیدت مند انہیں حضور کہہ کرپکارتے ہیں۔طعام اورچائے سے فراغت کے بعد علامہ صاحب نے انہیں میرے جذبہ شوق ملاقات سے آگاہ کیا۔توانہوں نے ایک بارپھراپنے بے ساختہ لطف وکرم کا اظہار فرمایا۔اوران کا یہ جملہ تومیرے کانوں میں آج تک محفوظ ہے۔ایہہ بڑیاں رحمتاں والے نیں۔

کچھ دیر رسمی باتیں ہوئیں ،تو مجلس میں موجود ایک صاحب سے گویا ہوئے حافظ صاحب کوئی بیان سنادیں ۔بعد میں پتہ چلا، کہ بیان سے مراد مواعظ حسنہ سے ہے۔ حافظ صاحب نے ایک تکیہ بطور میز سامنے رکھا۔اور ایک کاپی سی کھول کر ورق گردانی شروع کردی۔ معلوم ہوا، کہ حضرت صاحب جب کسی موضوع پر کچھ ارشاد فرماتے ہیں۔تو اسے ساتھ قلمبند کرلیا جاتا ہے۔اوراس کو وہاں کی اصطلاح میں بیان کہا جاتا ہے۔

بیان شروع ہوا۔موضوع تو یاد نہیں رہا۔تاہم اتنا یاد ہے۔کہ حضرت کا انداز بیان بڑا سادہ اوردل نشیں تھا۔آیات قرآنی واحادیث کے حوالوں کی تکرار نہیں تھی ۔جو بالعموم پیشہ ورواعظوں کا خاصہ ہوتی ہے۔بیان کا ہر جملہ عمل کی ترغیب اور سادہ ٹھوس حقائق سے آراستہ وپیراستہ تھا۔اور حاصل بیان یہ تھا کہ بغیر عمل کے دین ودنیا میں کوئی فلاح اور کامیابی ممکن نہیں اس سادہ کائناتی صداقت کو اتنے موثر انداز میں پیش کیا گیا۔کہ ذہن پر اس کا خوشگوار تاثر آج تک موجود ہے۔

اس ملاقات کے بعد رخصت چاہی ۔تو حضرت نے فرمایا۔آوندے رہیا کرو حضرت باہر تک رخصت کرنے خود تشریف لائے ۔اور وقت رخصت میرا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے کر سرگوشی کے سے انداز میں بولے۔دین ودنیا کا کوئی کام پیش آجائے ،تو بلا تکلف یہاں آجایا کیجئے اور کہیں جانے کی

ضرورت نہیں۔اور پھر اس کے بعد صدق واخلاص کے جذبات سے لبریز وہاں سے چلا آیا۔مگر جذبِ دروں مجھے بار بار اس آستانے پر لے جاتا رہا اور ابھی تک میں وہاں مسلسل حاضری دے رہا ہوں۔یہ تعلق اتنا پختہ ہو چکا ہے۔ کہ اب زندگی کی ایک ضرورت بن گیا ہے۔اس میں کسی مریدانہ عقیدت یا اندھی ارادت کا دخل نہیں۔بلکہ ان کی شخصیت میں شفقت کا ایسا نور ہے۔جس کا ہالہ مجھے کشاں کشاں وہاں کھینچ لے جاتا ہے۔اور وہاں پہنچ کر میرے قلب ودماغ میں ایسی ہی بے پایاں طمانیت پیدا ہو جاتی ہے۔جو بچے کو ماں کی گود میں دستیاب ہوتی ہے۔میری ان سے والہانہ محبت کا یہ بھی ایک انداز ہے۔کہ جہاں ان کے دوسرے نیاز مند انہیں حضور کہہ کر پکارتے ہیں۔میں انہیں سائیں صاحب کے لقب سے یاد کرتا ہوں اور امر واقعہ ہے، کہ انہیں سائیں صاحب کہہ کر مجھے کچھ یوں محسوس ہوتا ہے۔جیسے میں نے محبت کا پہاڑ سر کر لیا ہو۔اس دوران میں مجھے حضرت کی دعوت حق اور فہم قرآن کا ہمہ پہلو انداز ہو گیا ہے اور ان کی پوری زندگی جن کے ظاہر و باطن میں کوئی امتیاز نہیں، میرے سامنے ایک کھلی کتاب کی صورت میں ہے۔

آپ اکثر فرمایا کرتے ہیں۔اپنا کچھ نہیں، جو بیان ہوتا ہے۔اس میں ایک لفظ بھی اپنا نہیں، سب کچھ عطا ہوتا ہے۔مشاہدے میں یہ دعویٰ حرف بحرف صحیح نظر آیا۔میں صفائے قلب کیساتھ اعتراف کرتا ہوں۔کہ سائیں

صاحب صحیح معنوں میں ایک صاحب دل بزرگ ہیں۔اور میں نے اب اپنے اوپر یہ فرض ٹھہرالیا ہے۔کہ اس صاحب حال بزرگ کی تعلیمات اور سیرت کے رنگا رنگ پہلو ہر خاص وعام کی خدمت میں پیش کروں۔اس غرض سے یہ ماہنامہ احتساب جاری کیا جارہا ہے۔اس ماہنامے کوکثیر الاشاعت بنانیکا ایک مقصد یہ بھی ہے،کہ ہمارے قارئین ان صاحب حال بزرگ کی صحبت میں حاضر ہوکر دین و دنیا کی رحمتیں حاصل کریں۔

۲۔ تاثرات

(از جناب رشید احمد چوہدری صاحب،مکتبہء پریس لاہور (13/ 7/81)

جناب اکمل علیمی صاحب نے روزنامہ امروز لاہور میں ایک مضمون لکھا،جس کا عنوان تھا۔نور والوں کا ڈیرہ "جہاں عمل،قول کا شاہد ہے" یہ بارہ سال پہلے کی بات ہے۔

مضمون نگار کے علمی مرتبے کو جاننے والوں نے اس کو بڑی قدر و منزلت سے دیکھا۔اوران کی نشاندہی کے مطابق بہت سے لوگ اس نور کی طرف چل پڑے مجھے بھی حاضری کا شرف ہوا۔جگہ کے محل وقوع کو دیکھ کر خوشی ہوئی۔کہ یہاں آنا بہت آسان ہے۔اندر داخل ہوتے ہوئے یہ لکھا دیکھا۔بغیر وضو حاضری نہیں ہوگی۔الحمد اللہ وضو تھا۔مگر تجدید کرنے کا ارادہ کر

لیا۔ مسجد میں گیا، وضو کیا۔ اور پھر حضرت فضل شاہؒ صاحب کی خدمت میں حاضر ہوا۔

کچے مکان، مکان بھی کیا، دو کمرے اور ایک برآمدہ ایک کمرہ گہرا تھا تقریباً زمین کی سطح سے تین فٹ گہرا ہوگا۔ مگر سب کچھ کچا۔ مسجد نبویؐ جب بنائی گئی ہوگی، تو وہ بھی ایسی ہی ساخت کی ہوگی۔ بڑی راحت ہوئی۔ جتنے لوگ بھی یہاں دیکھے، ان میں سے اکثر متحرک تھے۔ یہ ایسا تحرک تھا۔ جو تنخواہ دار لوگوں کے حصے میں کم ہی آتا ہے۔ پاکیزگی کا بڑا واضح احساس تھا جو ہر طرف نظر آرہا تھا۔

مخلصین کیساتھ بیٹھنے کے آداب سے جتنی واقفیت تھی۔ اس پر عمل پیرا ہونے کی کوشش کرر ہا تھا۔ کہ حضرت صاحب نے فرمایا۔ آپ آرام سے بیٹھیں گے تو آرام سے سن سکیں گے۔ آپ نے کھانا کھلایا۔ عجیب بات یہ تھی، کہ پوچھا نہیں گیا۔ کسی سے بھی۔ کھانا رکھ دیا گیا، اور فرمایا گیا، کھائیے! کچھ لوگ بڑی استطاعت والے بھی نظر آئے۔ خیال آیا، کہ ان کو کھلانے میں کیا حکمت ہوسکتی ہے۔ اسی وقت حضورؒ نے فرمایا۔ جن کو استطاعت ہو، ان کو کھلانا مقصود نہیں ہوتا، ان کو کھلانے کی تربیت دینی مقصود ہوتی ہے۔

حضرت صاحب کے علم کی وسعت تو وہی جانے جس نے انہیں علم عطا کیا ہے۔ مگر مجھے اس بات سے اتنی خوشی ہوئی، کہ پھر مخلصین کی بات سمجھ

میں آئے یا نہ آئے ،طبیعت کبھی رکی نہیں ۔جسم کو غذا دینے کے بعد حضرت فضل شاہؒ صاحب نے روح کو غذا عطا کرنے کیلئے اپنے ایک طالب کو بلایا۔یہ تھے محمد اشرف فاضلی ،حضورؒ کے ارشاد پر فاضلی صاحب نے ایک لکھا ہوا بیان پڑھ کرسنانا شروع کیا۔زبان و بیان میں متانت تھی ۔اس بیان کا لب لباب کچھ اس طرح ہے۔کہ جس قول کا عمل شاہد نہ ہو،وہ قول سچا ثابت نہیں ہوتا۔ماضی حال کا مصدق ہو اور حال ماضی کا مصدق ہو تو شکوک وشبہات ختم ہو جاتے ہیں۔

پہلا درجہ قول ہے،دوسرا درجہ عمل ،تیسرا درجہ علم اور چوتھا درجہ اخلاص ہے۔قول حکم ہے۔حکم پر عمل ہو تو علم حاصل ہوتا ہے۔قول عمل اور علم ان تینوں مقامات پر جو پورا رہے ، اخلاص حسن کی صورت سے اس پر برسنے لگ جاتا ہے۔اور مخلص کو شیطان بہکا نہیں سکتا۔مخلص کے قدم کو ہی صراط مستقیم کہتے ہیں۔اس کے حکم کو ماننا ضروری ہوتا ہے۔حکم کو جانتے جانتے عمل کیلئے دی گئی توفیق اور مہلت ہی ضائع کرلی جائے ،تو یہ توفیق کی صریحاً ناشکری ہو گی جس کو اپنے مشاہدے اور تجربے کی روشنی میں ایک بار اچھا مان لو ،پھر اس میں تضاد تلاش کرنا تمہاری شان کے خلاف ہے۔جس کو مخلص مان لو،اس کے اتباع میں کرتا ہی نہ کرو ۔اپنی خواہش کو اس کی رضا پر قربان کردو،منزل تمہارے قدم کے نیچے آجائے گی ۔جسے ایک مرتبہ مخلص مان لو اور تسلیم کرلو تو

حق یہ ہے۔کہ تسلیم بڑھتی رہے، یہی مسلمانی ہے اور وہ مسلمان ہے۔تفسیر فاضلی کسی فرقے کو سچا یا جھوٹا ثابت کرنے کے لئے نہیں لکھی گئی۔فرمان خداوندی کی وضاحت کے لئے اسرائیلی روایات بیان نہیں کی گئیں۔حکم خداوندی کو ماننا سکھایا گیا ہے۔نفس کی شح سے بچنا سکھایا گیا ہے۔حب الناصحین کو ایمان فرمایا گیا ہے۔طالب خیر کے لئے اس میں نور ہی نور ہے۔

علم عطا کرنے والے کا درجہ بڑا ہوتا ہے۔اس سے فیضیاب ہونے والوں پر یہ حق عائد ہوتا ہے۔کہ وہ اپنے معلم کے علم پر محیط ہونے کا دعویٰ نہ کریں۔کہ یہ تقدم ہوگا۔اس کا ذکر کرنا ضروری ہے۔مقام اپنا حال ہو، نام اس محسن کا لیا جائے، جس سے وہ عطا ہوا ہے، تو شکریہ ادا ہوتا ہے۔اس لئے میرے محسن کس پائے کا علم رکھتے ہیں۔رشید احمد کی یہ مجال نہیں، کہ اس پر زبان کھولے۔جو نور مجھے ملا ہے، میں نے اس کا ذکر کیا ہے۔نور کے قاسم کی وسعت علم وہ جانے جس نے اسے نوازا ہے۔

۳۔ تاثرات ومشاہدات

از اسلم کاشمیری صاحب، اسسٹنٹ ایڈیٹر "امروز" لاہور

نوٹ:۔ میں خدا اور خلق خدا کے معاملے میں اپنی ذمہ داری کے پورے احساس کے ساتھ یہ مشاہدات رقم کررہا ہوں۔

پہلی ملاقات:۔ یہ ۱۹۶۸ء کے اوائل کی بات ہے۔

میں بعض جسمانی عوارض کی وجہ سے سخت پریشان تھا۔ میری یہ تکلیف میرے ذہنی سکون پر بری طرح اثر انداز ہو چکی تھی ۔ چنانچہ جو بھی بزرگ ملتے، ان سے بلا تامل دعا کی درخواست کر دیتا تھا ۔ انہی دنوں دو تین اخبارات میں کتاب "مکالمات" نام کی ایک کتاب پر تبصرہ دیکھنے کا اتفاق ہوا۔ جس سے اس کتاب کے حصول کا اشتیاق پیدا ہوا۔ لیکن کتاب دستیاب نہ ہو سکی۔ ماہ جولائی کے اواخر میں پھر ایک دوست سے اس کتاب کا ذکر آیا۔ یہ دوست امروز کے چیف رپورٹر اکمل علیمی صاحب تھے۔ انہوں نے یہ کتاب عنایت کر دی ۔ اس کا مطالعہ کیا ۔ اور اس کے بعد میں نے ان سے تقاضا شروع کر دیا۔ کہ وہ اپنے ساتھ بزرگ کی زیارت کے لئے لے چلیں ۔ جن کے حالات، ملفوظات اور ارشادات پر یہ کتاب مشتمل ہے۔

چنانچہ ایک شام وہ مجھے اور ایک اور صاحب کو اپنی کار میں دھرم پورہ لاہور میں نور والوں کے ڈیرہ پاک پر لے گئے ۔ جہاں انہی بزرگ یعنی حضرت فضل شاہؒ صاحب سے ملاقات ہوئی ۔ میں نے علیحدگی کا موقع پا کر حضرت کی خدمت میں عرض کی ۔ کہ میں بعض جسمانی عوارض اور روحانی اضطراب میں مبتلا ہوں ۔ اس لئے دعا کا طالب ہوں ۔ انہوں نے اطمینان دلایا۔ کہ صحت یاب ہو جاؤں گا۔ اور اس کے ساتھ ہی یہ بھی ارشاد فرمایا۔ کہ

سبب سواری بن جاتا ہے۔انہوں نے یہ بھی فرمایا۔کہ آپ نے جو بات کہی ہے اس کے جواب کا تعلق مجلس سے ہے اس لئے مجلس کی بات مجلس ہی میں بیان ہوگی اس موقع پر نوروالوں کے ڈیرہ میں تعمیر مسجد کیلئے مختص کردہ چبوترہ پر مغرب کی جانب ایک مجلس آراستہ ہوگئی۔

باباجی نے مصائب وآلام کے موضوع پر ایک تقریر ارشاد فرمائی جس کے مطابق مصائب وآلام کی وجوہ تین ہیں۔مصائب وآلام بول چال کی وجہ سے پیش آتے ہیں۔یا اللہ تعالیٰ ترقی درجات کیلئے نازل کرتا ہے۔عام لوگوں کو مصائب وآلام زبان کی وجہ سے پیش آتے ہیں۔یہ تقریر چونکہ حضرت کے مطبوعہ ارشادات میں تفصیل سے ملتی ہے۔اسلئے یہاں اسے دہرانے کی حاجت نہیں اس مرحلے پر آپ نے یہ بھی فرمایا، کہ مادہ حادث ہے۔اور اس میں تغیرات ہوتے رہتے ہیں۔انسان کا کام یہ ہے، کہ جس معصومیت اور پاکدامنی کو لے کر وہ پیدا ہوا ہے۔تاحیات اس کا تحفظ کرتا رہے۔اس کے علاوہ حضرت نے یاودود کا ورد کرنے کی ہدایت کی۔اور سوال وجواب کا سلسلہ بھی ہوا۔بہر حال ہم تینوں ساتھی اس طویل مجلس کے برخاست ہونے پر لوٹ آئے۔حضرت کی خدمت میں یہ میری پہلی حاضری تھی۔اس دن اگست ۱۹۶۸ء کی ۲۳ تاریخ تھی۔

دوسری حاضری:۔اس کے چند دن بعد ۱۶ ستمبر کو چھٹی تھی، میں پھر تنہا

دھرم پورہ میں آپ کے آستانے پر پہنچ گیا۔میں نے پھر دعا کی درخواست کی۔آپ نے میرے مرض کا نام بتایا۔اورکہا، کہ کسی دن صبح آؤ، پرھیز اوردوا بتائیں گے۔

تیسری حاضری :۔ دودن بعد ۱۸ ستمبر کو میں پھر آستانہ پر حاضر ہوا۔آپ نے دوادی پرھیز بتایا۔اورتعویز دیا۔اوراس کے ساتھ ہی میرے روبصحت ہونے کامژدہ سنادیا۔

چوتھی حاضری :۔ گیارہ ستمبر کو پھر چھٹی تھی ۔میں پھر آپؒ کی خدمت میں پہنچ گیا۔اس کے بعد کئی بار آپ کی خدمت عالی میں حاضر ہوا۔اورآپ نے کس قدر شفقت اور اخلاق کریمانہ کا اظہار فرمایا۔سفینہ چاہیے اس بحر بیکراں کے لئے،

آپ حسن اخلاق کادرس ہی نہیں دیتے ،آپ کی پوری زندگی اس کا عملی نمونہ ہے۔میں نے آپ کے حسن اخلاق کوجن صورتوں میں جلوہ گر دیکھا ہے،اللہ نے ہمت اورفرصت دی ،توان کااحوال بعد میں کسی وقت سپرد قلم کروں گا۔

اس موقع پرمیں ان واقعات کاذکر کرنا چاہتا ہوں جنہیں عرف عام میں تصرفات یا کرامات کہا جاتا ہے۔بہر حال کوئی انہیں کچھ کہے،یہ میرے مشاہدات ہیں۔اور میں خدا اور خلق خدا کے معاملے میں اپنی ذمہ داری کے

پورے احساس کیساتھ یہ مشاہدات رقم کر رہا ہوں۔

مشاہدہ نمبر ۱:۔ میرے ایک عزیز نے مجھے ایک معاملہ میں بلاوجہ تنگ کرنا شروع کیا۔ یہ معاملہ خالصتاً نجی قسم کا ہے، اس لئے اس کی تفصیل کا اظہار مناسب نہیں۔ البتہ باباجی کی یہ بات کہ " فکر کی بات نہیں، وہ خود چکر میں آنے والا ہے، اور غرض وغایت کا پاگل پیچھا چھوڑ دیگا" پوری ہوئی۔

مشاہدہ نمبر ۲:۔ وسط ۱۹۷۰ء کی بات ہے۔ کہ اخبارات کے کارکنوں نے عبوری امداد کے مسئلہ پر ہڑتال کا فیصلہ کیا۔ ظاہر ہے، کہ ہمارا ادارہ (پی، پی ایل) اس فیصلے سے متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکتا تھا۔ بلکہ حقیقت یہ ہے۔ کہ اس ہڑتال کے بانی مبانی ہمارے ہی ادارے کے ارکان تھے۔ میں رہنمائی کیلئے باباجی کے پاس گیا۔ باباجی کے بارے میں بظاہر یہی کہا جاسکتا ہے، کہ وہ ہڑتال اوراس کے محرکات سے زیادہ باخبر نہیں ہوسکتے۔ لیکن انہوں نے میرے استفسار پر بلاتامل فرمایا، کہ آپ کے مطالبات تسلیم ہوجائیں گے، دوسرے مالکان اخبارات بھی تسلیم کرلیں گے، لیکن ہڑتال ناکام ہوجائے گی۔

آپ نے یہ بھی فرمایا" کہ آپ کے مالکان ہڑتال کے دنوں کی تنخواہ بھی ادا کردیں گے" ہر وہ شخص جسے صحافیوں کی متذکرہ ہڑتال کے واقعات کا علم ہے، اس امر کی گواہی دے گا۔ کہ یہ عجیب وغریب واقعہ حضرت کے ارشاد کے مطابق ظہور پذیر ہوکر رہا۔ کہ ہڑتال بری طرح ناکام ہوئی۔ لیکن وہ

مطالبہ جسے منوانے کے لئے ہڑتال کی گئی تھی ، تسلیم کرلیا گیا ۔ بلکہ ہمارے ادارے کے مالکان نے بالآخر ہڑتال کے دنوں کی تنخواہ بھی ادا کردی ۔ میں چونکہ ہڑتال سے قبل حضرت کے ارشاد سے باخبر تھا ۔ اسلئے ابتدا ہی سے ہڑتال کے جھنجھٹ سے علیحدہ رہا ۔ بلکہ میں نے پوری یونین کے لیڈروں کو ان کے موقف کی کمزوری سے بروقت آگاہ کرانے کا فریضہ بھی انجام دیا ۔ لیکن اس وقت کون سنتا تھا ۔

جب حالات وواقعات نے میری رائے کی اصابت واضح کردی ۔ تو سب دوست میری دوراندیشی کے قائل ہوگئے ۔ بلکہ اس بنا پر بعض ذمہ دار اصحاب نے اپنے آئندہ لائحہ عمل کے سلسلہ میں مجھ سے مشورہ لیا ۔ حالانکہ میری پہلی رائے میں جس کی بنا پر مجھے مشورہ کے قابل سمجھا گیا تھا ۔ میری دانش مندی یا بصیرت کا کوئی دخل نہیں تھا ۔

مشاہدہ نمبر۳: ۔ میں نے ۱۲ ستمبر ۱۹۶۹ء کو خواب دیکھا ۔ جسے میں نے حضور کی خدمت میں ۱۲ اکتوبر ۱۹۶۹ء کو تعبیر کیلئے پیش کیا ۔ آپؒ نے اس کے پہلے جز کی یہ تعبیر کی ۔ کہ آپ کے اخبار کا رخ (پالیسی) تبدیل ہوجائیگی ۔ اس خواب اور اس کی تعبیر کے غالباً چار ماہ بعد اخبار کی پالیسی تبدیل ہوگئی ۔ حالانکہ جس وقت خواب دیکھا تھا ۔ اس وقت اس کا کم از کم مجھے سرے سے کوئی امکان نظر نہیں آرہا تھا ۔ خواب کے دوسرے جز کی تعبیر ابھی (تادم تحریر) پوری نہیں

ہوئی۔

مشاہدہ نمبر۴ :۔۱۹۶۸ء کے اواخر میں میری والدہ جس کی عمر۸۰سال ہے۔اچانک بیمار ہوگئیں ۔رات کو تکلیف شروع ہوئی ۔سینے میں بائیں جانب اور بائیں بازو میں درد تھا۔میں ہومیو پیتھک دوا دیتا رہا۔کوئی افاقہ نہ ہوا۔علی الصبح ایک مشہور ایلو پیتھک ڈاکٹر کو بلایا۔اس نے کہا۔کہ یہ کیس میرے بس کی بات نہیں ۔آپ میو ہسپتال لے جائیں۔میں نے والدہ کو ڈاکٹر کے تعارفی رقعہ اور چھوٹے بھائی کے ہمراہ بھیجا۔اور خود باباجیؒ کے پاس دعا کے لئے پہنچ گیا۔باباجیؒ نے کہا۔چلئے ،میں آپ کیساتھ چلتا ہوں ،میں نے عرض کی ،کہ آپ زحمت نہ کریں،یہیں دعا کریں ۔اس پر انہوں نے فرمایا۔ کہ یہ تعویز لے جائیں ۔آپ کی والدہ بالکل ٹھیک ہوجائیں گی ۔اورنام ڈاکٹروں کا ہوجائیگا۔میں تعویز لے کر ہسپتال پہنچا ۔اور والدہ کے گلے میں ڈال دیا۔شام کو ڈاکٹروں نے بتایا،کہ مریضہ روبصحت ہے۔تاہم اسے مزید معائنے کیلئے روک لیا گیا ہے۔

دوسری صبح میں ہسپتال پہنچا،تو والدہ کو چھٹی مل چکی تھی ۔اور وہ پیدل چل کر بازار تک آئیں ۔اس کے بعد انہیں کبھی یہ تکلیف نہیں ہوئی ۔اس وقت تک باباجیؒ میری والدہ کی شکل تک سے واقف نہ تھا۔نہ انہوں نے مریضہ کی حالت ہی کا مشاہدہ کیا تھا۔اس حالت میں ان کا اعتماد کے ساتھ

فرمانا۔ کہ جایئے ! آپ کی والدہ تندرست ہوگئیں ۔کیا ایسی بات ہے، جیسے آسانی سے نظر انداز کیا جاسکتا ہو۔شافی مطلق تو اللہ تعالیٰ کی ذات ہے۔البتہ اس قسم کے واقعات کو بزرگوں کی دعا ہی کا نتیجہ قرار دیا جاسکتا ہے۔حقیقت میں مرض ہی نہیں، ہر بلا کو ٹالنے کی طاقت اللہ ہی کے پاس ہے۔اور یہ اختیار بھی اسی کو ہے۔ کہ وہ اپنے کسی مخلص بندے کی دعا کو شرف قبولیت بخش دے۔

مشاہدہ نمبر ۵:۔ میرے ایک بھتیجے پر قتل عمد کا مقدمہ تھا۔ میں نے باباجیؒ سے دعا کی درخواست کی۔ بڑی دیر خاموش رہے۔میں اس پر تشویش میں پڑ گیا۔کافی دیر بعد فرمایا۔کسی مسجد کو سفیدی کرادیں ۔گاؤں کی کچی مسجد ہوتو اس کو "پوچا" کرادیں ۔شہر کی ہوتو اندر باہر سے سفیدی جو بھی قریبی مسجد سفیدی کے قابل نظر آئے ۔اس ہدایت کی تعمیل کریں یہ بات قابل لحاظ نہیں کہ مسجد چھوٹی ہے یا بڑی ۔البتہ چھوٹی مسجد تلاش کرنے کی کوشش نہ کی جائے۔ میں نے اپنے بھائی اور بھتیجے کو اس ہدایت سے مطلع کیا۔لیکن انہوں نے سفیدی نہ کرائی ۔ایک مرتبہ ارادہ کیا۔لیکن پیسے دوسری مد میں خرچ ہوگئے بالآخر میں نے انہیں اپنی طرف سے پیسے دیئے ۔اور بھتیجے سے کہا۔ کہ وہ اپنی نگرانی میں سفیدی کرادے۔سفیدی ہوگئی ۔اس کے بعد حالات وواقعات نے ایسا پلٹا کھایا، کہ میرا بھتیجا صاف بری ہوگیا۔

اس کے علاوہ بعض ایسی باتیں بھی ہیں۔جو سرتا سر میری نجی زندگی

یا ایسے امور سے متعلق ہیں۔ جن کا اس مرحلے پر اظہار مناسب نہیں۔ اسلئے ان کا تذکرہ کسی آئندہ صحبت پر چھوڑتا ہوں۔

بہر حال میری اس تحریر کا مقصد یہ کہنا نہیں۔ کہ باباجیؒ عالم غیب ہیں یا وہ جو کچھ ارشاد فرماتے ہیں۔ اس کا حرف بحرف پورا ہونا لازمی ہے۔ ان کی ایک دو باتیں ایسی بھی ہیں۔ جو سال ڈیڑھ سال کے طویل انتظار کے باوجود ابھی پوری نہیں ہوئیں۔ البتہ ان کے بارے میں یہ بھی نہیں کہا جا سکتا، کہ یہ پوری نہیں ہوں گی۔

میں نے باباجیؒ سے اپنی ارادت کے اس تین سال کے عرصے میں جو کچھ دیکھا، اس کا ایک پہلو مختصراً واضح کیا ہے۔ ویسے حقیقت یہ ہے، کہ انکی سب سے بڑی کرامت ان کا ہر ایک سے مشفقانہ سلوک اور حسن اخلاق ہے۔ اتنے بڑے لنگر کا انتظام کرنے کے باوجود انہیں کبھی احتیاج یا پریشانی کے عالم میں نہیں دیکھا گیا۔ اور نہ انہوں نے کبھی کسی کے سامنے دست سوال دراز کیا ہے۔ باباجیؒ کی عظمت اس بات میں مضمر ہے۔ کہ وہ مخلوق خدا کی بے لوث خدمت اور دلجوئی کرتے ہیں۔ اور مخلوق خدا کو غرض و غایت کا راستہ چھوڑ کر مسبب حقیقی سے لو لگانے کی تلقین کرتے رہتے ہیں۔

۴۔ تاثرات

(ازمحترم محمد حنیف راے صاحب)اقتباسات

بات تھوڑی پیچھے سے شروع کر رہاہوں ۔کہ اس کے بغیر چارہ نہیں کوئی تلاش حق میں نکلا ہوتو اسے بخوبی پتہ ہوگا،کہ اس راہ میں کیا کیا اندرونی رکاوٹیں درپیش ہوتی ہیں ۔جب بہت کتابیں پڑھ لیں ۔اورکوئی راہ نہ ملی ،تواندازہ ہوا،کہ اب اللہ کی کتاب کواقبالؒ کے بقول اس طرح پڑھنا پڑیگا۔جیسے یہ خود مجھ پرنازل ہوئی ہے۔۱۹۶۱ء سے ۱۹۶۳ء کاعرصہ کوئٹہ کی ایک گھریلوغارحرامیں قرآن پڑھتے گزرگیا۔جب ساری ہڈیاں اچھی طرح چٹخ گئیں ۔اکڑی ہوئی گردن میں اچھاخاصاخم آگیا۔اوردل کی سیاہی راتوں کے گریئے سے کسی حدتک دھل گئی،تو یہ بہت پڑھی جانے والی کتاب اچانک بولنےلگی،مجھ سے باتیں کرنےلگی۔

قرآن نے جوپہلی بات مجھ سے کہی وہ یہ تھی ،میں علم کاسمندربھی ہوں اورعمل کامیدان بھی مجھ سے تعلق چاہتے ہو۔توتمہیں علم اورعمل کوجمع کرکے انہیں اخلاص میں بدلنا ہوگا ۔کیونکہ اخلاص ہی وہ سنگم ہے،جہاں علم کی گواہی عمل دیتاہے۔اور بندہ مخلص قرار پاتاہے۔دوسری بات اس نے یہ کہی! خداظاہربھی ہے۔اورباطن بھی ۔اسے آفاق کے ساتھ ساتھ انفس میں یاکائنات کے ساتھ ساتھ من کی دنیامیں بھی تلاش کرنا۔تم نے آج تک اللہ

کو عقل سے سمجھنا چاہا۔ عقل اچھی ہوتی ہے۔ لیکن کافی نہیں ہوتی۔ دل کی آنکھ بھی کھولو، اور اپنا رابطہ اہل فکر کے علاوہ اہل ذکر سے بھی جوڑو۔ تیسری بات میرے لئے سب سے زیادہ پریشان کن تھی۔ قرآن نے کہا۔ اور زور دے کر کہا۔ دیکھو، ابلیس نے اللہ کو نہیں انسان کو سجدہ کرنے سے انکار کیا تھا اللہ کو ماننے کا ثبوت انسان کو ماننے سے ملتا ہے۔

قرآن کی ان انوکھی باتوں نے علم و عقل و دانش کے وہ سارے بت پاش پاش کر ڈالے، جو میں نے اپنے وجود کے کعبے میں سجا رکھے تھے۔ یہ وہ مقام تھا، جب اللہ کی طلب اور تلاش کے سلسلے میں مرشد کی طلب اور تلاش شروع ہوتی ہے۔ میں نے دعا کی، میرے رب! میں انسان کو ماننے کیلئے تیار ہوں مجھے اس انسان تک پہنچادے، جسے تو چاہتا ہے، کہ میں مانوں، یوں میں حضرت داتا گنج بخشؒ، حضرت بابا گورونانکؒ، السید حافظ عبدالصمد العرب الرفاعیؒ اور باپک عبدالصبوحؒ (سبود، انڈونیشیا) کے زگ زیگ راستے پر چلتے چلاتے کہیں پانچ سال بعد ۱۹۶۸ء کے اوائل میں نور والے باباجی حضرت فضل شاہؒ کے قدموں میں آ گرا۔

اس موقع پر کچھ اس طرح کی صورت حال پیش آئی، پیر خانے میں داخل ہوئے تو ایک صاحب نمودار ہوئے، اور ہمیں ایک کمرے میں "تشریف رکھنے" کیلئے کہا۔ کمرہ عام زمین سے کوئی گز بھر نیچا تھا۔ ہم

زمین پر بچھی دری پر بیٹھ گئے ۔اچھی بھلی گرمی تھی ، ہم پسینے میں شرابور تھے ۔وہ صاحب ہمیں پنکھے سے ہوا دینے لگے ۔پھر اٹھے اور ہمارے لئے ٹھنڈا برفیلا پانی لائے ۔ہم نے پیر صاحب سے ملنے کی آرزو ظاہر کی ۔ان صاحب نے کہا، کھانا تیار ہے، پہلے وہ کھالیں ۔ہم نے بہت زور مارا کہ بھوک نہیں ۔لیکن وہ جا کر تنور کی تازہ لگی ہوئی کچھ روٹیاں اور ایک ڈونگے میں سالن لے آئے ۔ہمارے آگے پلیٹیں بچھائیں ۔گلاسوں میں پانی انڈیلا، اور دوبارہ ہمیں پنکھا جھلنے لگے ۔دراصل ہم سے کسی نے کھانا نہیں کھایا ہوا تھا ۔پھر کھانے میں ایک خاص طرح کا لطف تھا ۔جی چاہتا تھا کہ کھاتے چلے جائیں لیکن ہم نے تکلفاً تھوڑا سا کھا کر ہاتھ کھینچ لیا ۔اور ایک مرتبہ پیر صاحب سے ملنے کیلئے اپنی بے تابی کا اظہار کیا۔

تب ان صاحب نے پنکھا جھلتے جھلتے انتہائی انکساری سے کہا، جی یہاں لوگ مجھے ہی پیر صاحب کہتے ہیں ۔اس انکشاف پر میں اندر سے دہل کر رہ گیا ۔مجھے ہرمن ہیس کی کتاب "جانب مشرق سفر" کا ہیرو "لیو" یاد آ گیا ۔جو خادم کے روپ میں مرشد کامل تھا ۔کوئی نوے سال کا سن ہوگا درمیانہ قد، قدرے فربہ بدن، سادہ سے کپڑے...... کرتہ اور تہ بند، وہ بھی اپنے ہاتھوں سے کام کاج کرنے والے لوگوں کے لباس کی طرح آستینوں اور دامن سے تھوڑے تھوڑے میلے ۔آنکھ اٹھا کر چہرہ دیکھا، تو ایک سورج دمک

رہا تھا۔

یہ وہی دن تھے، جب میں نے اور میرے کچھ ساتھیوں نے ذوالفقار علی بھٹو مرحوم کی قیادت میں پاکستان پیپلز پارٹی کی نئی نئی بنیادیں رکھی تھیں اور روٹی کپڑا اور مکان جیسے نعروں کے حوالے سے غریب عوام کے اقتصادی حقوق کی بات کر رہے تھے۔ ہمارے خیال میں یہ بہت بڑا انقلابی اقدام تھا، مگر جب حضرت فضل شاہؒ نے سادہ الفاظ میں انسانی زندگی کے حقائق سے پردہ اٹھایا، تو اندازہ ہوا کہ وہ کسی بڑے سے بڑے انقلابی سے بڑھ کر انقلابی تھے۔ کیونکہ وہ صرف انقلاب کی بات نہیں کرتے تھے۔ بلکہ اپنی ذات میں بھی انقلاب لا چکے تھے۔ ہر آنے جانے والے کو درس و تدریس سے پہلے روٹی پانی پیش کرنے میں بھی یہ ان کی حکمت کارفرما تھی، کہ پہلے طالب کی جسمانی اور فوری طلب پوری کرو، پہلے بھوکے کو روٹی دو۔ پھر نصیحت کرو۔ یہ وطیرہ حضرت ابراہیمؑ، حضرت یوسفؑ اور خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوۂ مبارک سے بزرگانِ دین تک پہنچا تھا۔ اور حضرت فضل شاہؒ کے ڈیرہ پاک کا غیر متبدل معمول تھا۔

بھٹو صاحب اور حضرت فضل شاہؒ تقریباً ساتھ ساتھ میری زندگی میں داخل ہوئے۔ اور کوئی دس سال بعد دونوں ہی چند ماہ کے فرق سے اللہ کو پیارے ہو گئے۔ پنجاب کا وزیرِ اعلیٰ بننے کی بشارت برسوں پہلے مجھے

حضرت فضل شاہؒ ہی نے دی تھی۔ بھٹو صاحب نے ۱۱ مارچ ۱۹۷۴ء کو مجھے یہ عہدہ سنبھالنے کے لئے کہا۔ تو میں سیدھا پیر خانے پہنچا۔ اس وقت میں صوبائی وزیر خزانہ تھا۔ راستے میں وزیروں والا مخصوص کوٹ اتار کر میں نے ہاتھ میں پکڑ لیا تھا۔ عرض کی، ابھی میں نے وزیر اعلیٰ کے عہدے کا حلف نہیں اٹھایا، اگر آپ محسوس کرتے ہیں۔ کہ میں اس مقام پر پورا اتر سکتا ہوں تو اپنے ہاتھ سے یہ کوٹ مجھے پہنا دیں۔ ورنہ آپ کا بخشا ہوا اتنا حوصلہ مجھ میں ہے۔ کہ میں یہ عہدہ قبول کرنے سے انکار کر دوں۔ آپ نے اپنے دست مبارک سے کوٹ مجھے دوبارہ پہنا دیا، اور پھر دونوں شانوں پر دونوں ہاتھوں کا بوجھ ڈال کر فرمایا۔

"لوگوں کی صرف خدمت کرنی ہے، راضی ربّ کو کرنا ہے، لوگوں کی خدمت کرتے وقت ان کی خوشنودی یا احسان مندی کی تمنا نہیں کرنی، لوگ کم ہی راضی ہوا کرتے ہیں۔ وہ تو اپنے رب سے بھی راضی نہیں رہتے۔ لیکن رب کو راضی کرنے کا ایک ہی طریقہ ہے۔ کہ اس کی مخلوق کی خدمت کی جائے ،خواہ مخلوق آپ سے راضی ہو یا نہ ہو۔ پوچھ ہوگی تو یہ ہوگی کہ ہم نے تمہیں اقتدار دیا تھا، اسے اللہ کے بندوں کے لئے استعمال کیا یا اپنی ذات کے لئے"

میری آنکھوں میں آنسو دیکھ کر اپنے مخصوص پنجابی لہجے میں بولے "پت! فکر نہ کرو ،ذکر کرو ،ہم تمہارے ساتھ ہیں ۔سب بزرگان دین

تمہارے ساتھ ہیں ۔ یہ فیصلہ انہی کا ہے، اللہ کے حکم سے وہی مدد کریں گے ،بس تم اپنے ہاتھ امین زبان پاک رکھنا۔"

وقت کے پلوں کے نیچے سے کتنا پانی بہہ گیا ہے۔اقتدار کا دورانیہ دیکھتے ہی دیکھتے قید و بند میں ڈھل گیا ،دن کچھ اور پھرے ،تو قید و بند سے رہائی ہوگئی لیکن پھر ۳۰/ جولائی ۱۹۷۸ء کو حضرت فضل شاہؒ وصال پاگئے اور محسوس ہوا، کہ خدا کی دنیا خدا کے نور سے خالی ہوگئی ہے۔وفات سے چند روز قبل مجھے خصوصاً یاد فرمایا، اور میرے ہاتھ سے وصیت لکھوائی، جس پر آپ کے بڑے صاحبزادے سمیت چیدہ چیدہ جانشینوں نے دستخط کیے ،اس وصیت کی رو سے ایک تو "نور والوں کا ڈیرہ" ذاتی ملکیت کے بجائے اللہ کے نام کردیا گیا، اور دوسری تفسیر کی ترتیب و تکمیل کی ذمہ داری ڈاکٹر محمد اشرف فاضلی صاحب کو سونپ دی گئی۔

تفسیر کے بارے میں ایک خصوصی بات سن لیجئے! کہ یہ ایک اُمّی نبی علیہ السلام پر اترے ہوئے قرآن کی وہ تفسیر ہے۔جو ایک اُمّی مفسر نے کی ہے جو علم سے نہیں۔ بلکہ اس اخلاص سے پھوٹی ہے۔جو علم اور عمل کو جمع کرنے ہی سے پیدا ہوتا ہے۔یہاں شعور اور وجدان ،شریعت اور طریقت ،مجاز اور حقیقت ظاہر اور باطن، آفاق اور انفس آپس میں گھل مل کر اخلاص بن گئے ہیں۔یہاں نہ تو علم بکھارا گیا ہے، اور نہ اپنی واردات و کرامت کا ڈھنڈورا پیٹا

گیا ہے۔اس کے باوجود یہاں علم بھی ہے۔ ،اور اس پر واردات کی شہادت بھی ۔اور کیوں نہ ہوکر نور والے بابا جی کا مسلک ہی یہ تھا، کہ لوگوں کو صرف وہ علم دینا چاہیے۔ جسے خود ہم نے عمل اور تجربے کی کسوٹی پر پورا پایا ہو۔

میں حضرت فضل شاہؒ کے عقیدت مندوں کی آخری صف کا آخری آدمی ہوں۔آپؒ کے حسن کلام اور حسن عمل کی بے پناہ کشش بہت سے نور والوں کو آپؒ کے ڈیرہ پاک پر کھینچ لاتی تھی ۔اردو کے عظیم افسانہ نگار اور قد آور ڈرامہ نولیس جناب اشفاق احمد "نور باف" کے حوالے سے ٹیلی ویژن ڈراموں کا جو سیریز لکھا، اس کے پس پردہ بابا جی نور والے حضرت فضل شاہؒ ہی کی شخصیت کارفرما رہی ہے۔ مشہور مصنفہ محترمہ بانو قدسیہ جو جاننے والوں کی نظر میں آج کے دور کی ایک صاحب مقام درویش بھی ہیں ۔میرے مرحوم دوست معروف دانشور پروفیسر محمد عثمان، مستند و معتبر فلسفی پروفیسر ڈاکٹر برہان احمد فاروقی، پاکستان کے نامور صاحب قلم اور افسر محترم قدرت اللہ شہاب جو اپنی جگہ ایک پہنچے ہوئے بزرگ تھے ۔اور ان کی بے حد خلیق اور خدا دوست اہلیہ ڈاکٹر عفت شہاب کے علاوہ میں نے آپ کے ڈیرہ پاک پر جن صاحبوں کو تشریف لاتے دیکھا، ان میں موجودہ وفاقی وزیر مذہبی امور مولانا عبدالستار خاں نیازی اور شیخ محمد رشید وائس پریذیڈنٹ پاکستان پیپلز پارٹی جیسے سیاستدان، صفدر میر (زینو) اور اکمل علیمی جیسے صحافی اور اکبر لاہوری اور ساغر

صدیقی جیسے شاعر شامل ہیں۔ یقیناً اور بھی بہت سے نور والے وہاں آتے ہوں گے۔خود دور حاضر کے کئی جید اہل طریقت مثلاً حضرت صوفی برکت علی لدھیانویؒ اور گوجرانوالہ کے حضرت مولوی محمود یٰسین صاحب کا بھی جناب فضل شاہؒ کے یہاں آنا جانا تھا۔مگر قطع نظر اس کے کہ آپؒ کے یہاں کون کون سے اہل دانش آتے تھے زیادہ اہم سوال یہ ہے۔کہ یہ سب لوگ ایک ایسے درویش سے کیا لینے آتے تھے جو کسی کالج یا یونیورسٹی کا فارغ التحصیل نہیں تھا۔تفسیر پاک دراصل اسی سوال کا ایک خوبصورت اور تفصیلی جواب ہے۔

چونکہ ڈیرہ پاک پر برس ہا برس تک تہجد کے بعد کی ذکر کی محفلیں برپا ہوتی رہیں اور ایسی ہزاروں محفلوں میں باباجی کا بیان جاری رہا، اس لئے قرآن پاک میں زیر بحث آنے والا کوئی موضوع نہیں ۔جس پر آپ نے بات نہ کی ہو، اور جس کے حوالے سے یہ نہ بتایا ہو کہ اللہ کے اس حکم یا ارشاد کا حاصل کیا ہے اور ہمیں یہ حکم یا ارشاد سن کر کرنا کیا چاہیے۔

حیرت انگیز بات یہ ہے۔کہ باباجی نے قرآن پاک کی ہر آیت اور رکوع کو کبھی محض علم نہیں سمجھا، بلکہ انہوں نے اسے ہمیشہ عملی زندگی کی نت نئی صورتوں تقاضوں اور ضرورتوں سے ہم رشتہ اور ہم آہنگ کر کے بتایا کہ آج کے دن یہ آیت یا رکوع ہم سے کس عمل کا طلب گار ہے۔علم اور عمل کو یکجا کرنے کا یہی رویہ اخلاص کی جان ہے۔اس لحاظ سے تفسیر پاک کو تفسیر اخلاص

بھی کہا جا سکتا ہے۔

انکشافات

اب یہاں وہ واقعات تحریر کیے جاتے ہیں جو کئی حضرات سے سننے میں آئے یا مختلف تحریروں سے اخذ کیے گئے۔ گویا حضورؒ کے متعلق جن جن واقعات کا انکشاف ہوا۔ ان کو مختصراً تحریر کیا جاتا ہے۔ تا کہ محبت شیخ میں اضافہ ہو اور ایمان قلبی میں ترقی ہو۔ آمین

۱۔ ایک مرتبہ حاجی رانا منور حسین صاحب لاہوری حج کو تشریف لے گئے، تو جب روضۂ رسول ﷺ پر حاضر ہوئے۔ تو دل میں حسرت پیدا ہوئی، کہ اگر میرے مرشد کریم حضرت فضل شاہؒ قطب عالم بھی یہاں ساتھ ہوتے، تو حاضری میں اور زیادہ مزہ آتا۔ اسی وقت کیا دیکھتے ہیں کہ حضرت فضل شاہؒ قطب عالم کی جلوہ گری ہوئی۔ اور آپؒ فرمانے لگے فکر کیوں کرتے ہو۔ ہم تو آپ کے پاس ہی ہیں۔

۲۔ حاجی محمد حسین صاحب ماموں کانجن شریف والے سناتے ہیں۔ کہ میں، میرا بھائی اور والدہ محترمہ حج کر رہے تھے منیٰ کے مقام پر حاضر تھے۔ کیا دیکھتے ہیں، کہ حضور فضل شاہؒ قطب عالم احرام باندھے ہوئے وہاں تشریف

لائے، ہم سب آپؒ کے قدموں میں گر پڑے۔ اور خوب زیارت کی۔ یہ واقعہ حضورؒ کے وصال کے بعد پیش آیا۔

۳۔ حاجی محمد حسین صاحب ہی بتاتے ہیں، کہ ہمارے غربت کے دن تھے ایک دن حضور فضل شاہؒ قطب عالم کے پاؤں مبارک دبا رہا تھا۔ اور عرض کی، کہ تنگدستی کے دن ہیں، مہربانی فرمائیں۔ ان دنوں فیصل آباد میں مٹھائی بنانے کے لئے بطور کاریگر کام کرتا تھا۔ آپؒ خاموش رہے، جیسے مہربانی ہو جائے گی۔ پھر اس عرض کے بعد ایسے دن پھرے۔ کہ ایک دن ایک آدمی نے کہا، کہ یونان میں چند آدمیوں کی ضرورت ہے۔ یہ بھٹو کا دور تھا۔ ہم دس افراد منتخب ہو کر یونان چلے گئے، کام کرتے رہے۔ اتنے میں یونان والوں نے پاکستانی حکومت کے عدم تعاون کی وجہ سے پاکستانیوں کو وہاں سے نکالنا شروع کر دیا۔ کئی چھپتے پھرتے تھے۔ ہمیں بھی پولیس پکڑ کر لے گئی۔ کئی ایک قید بھی ہوئے تھے۔ بہر حال جب ہمیں پولیس اپنے تھانے لے گئی۔ تو ہمیں لائن میں کھڑا کر دیا اور پوچھا تمہارے پاس کیا ہے۔ دوسروں کی میں نے نمائندگی کی۔ کہ ہمارے پاس کچھ نہیں ہے۔ اور ساتھ ہی تصور میں حضور فضل شاہؒ قطب عالم سے عرض کی، کہ حضور لجپال ہیں، خود آپؒ ہی ہمیں بھیجنے والے ہیں۔ اب خود ہی آسانی عطا فرمائیں۔ اور اس مشکل میں سنبھالیں۔ ہمارے جواب پر ان کا افسر ہمیں کہنے لگا، کہ ایک اجازت نامہ تمہیں لکھ دیتا ہوں۔ ایک

ماہ اور کام کرو پھر جب رقم خرچ بن جائے، تو یہاں سے چلے جائیں۔ ہم نے کہا ٹھیک ہے۔ ہم وہاں سے روانہ ہوئے، اجازت نامہ مل گیا۔

میں نے دوستوں سے کہا۔ کہ یہ آسانی میرے حضور فضل شاہؒ قطب عالم نے میسر فرمائی ہے۔ اور میرے ساتھ تمہیں بھی آسانی دے دی گئی ہے۔ اب بے فکر ہو کر کام کرو۔ میں رات اور دن بے دھڑک گھومتا پھرتا رہا، کسی کو جرات نہ ہوئی، کہ مجھ پر اعتراض کرتا۔ یا بد سلوکی کرتا۔ ایک ماہ بعد کافی رقم جمع ہوگئی، اور ایک ایجنٹ کو کچھ رقم دی، اور امریکہ پہنچ گئے، اور کئی ممالک گھوم لئے۔ اور حضورؒ کے وصال سے قبل پاکستان آ گیا۔ آپؒ کے وصال کے بعد سعودیہ گیا، حج کئے۔

۴۔ بابا جلال صاحب کنجاہ والے فرماتے ہیں۔ کہ میں ایک مرتبہ دربار حضرت سلطان باہوؒ پر حضورؒ کو بتائے بغیر چلا گیا۔ جب وہاں سے واپس حضورؒ کے پاس پہنچا۔ تو آپؒ نے فرمایا، کہ حضرت سلطان باہوؒ ہمیں بتا گئے ہیں۔ کہ آپؒ کا بابا جلال ہمارے ہاں آیا ہوا ہے۔ یہ سن کر میں شرمندہ سا ہوا کہ حضورؒ کو بتا کر تو نہیں گیا۔ لیکن آپؒ کو علم ہو گیا۔

۵۔ ونجاری والے رحمت اللہ صاحب فرماتے ہیں۔ کہ ایک مرتبہ میں بادشاہی مسجد اور دربار داتا صاحب سے ہو کر دوسرے دن حضورؒ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ تو آپؒ نے فرمایا۔ کہ رحمت اللہ صاحب کدھر سے

آ رہے ہو۔اعتراف کیا کہ داتا صاحب حاضری دے کر آیا ہوں۔آپؒ نے فرمایا کہ داتا صاحب تو یہاں تھے۔آپؒ کن کے پاس گئے تھے۔اس کا مطلب ہے۔کہ سب کچھ یہیں ہیں۔بتا کر جانا چاہیے۔

۶۔ رحمت اللہ صاحب اپنے والد صاحب کا واقعہ بتاتے ہیں۔کہ انہوں نے سنا کہ ایک جگہ بہت بڑے پیر صاحب ہیں۔انہوں نے سوچا،ان کی زیارت کرنی چاہیے۔یہ سوچ کر بغیر حضورؒ کو بتائے ہوئے چل پڑے۔راستہ میں دھکا جو لگا۔تو دل دہل گیا جیسے کسی نے مٹھی میں لے لیا ہو۔گھبرائے ہوئے واپس ڈیرہ پاک پر پہنچے۔حضورؒ نے دیکھتے ہی فرمایا۔کہاں جا رہے تھے۔سب کچھ یہیں ہے۔ایسے ہی نہ چل پڑا کرو۔

۷۔ حافظ محمد حسین صاحب کے داماد حاجی محمد اشرف صاحب عارف والا بتاتے ہیں۔کہ حافظ صاحب کے ہاں اولاد نرینہ نہیں تھی۔آپ نے حضورؒ سے عرض کی۔حضورؒ نے فرمایا کہ ریاست کو جاتے وقت آپ کے ہاں سے ہو کر جائیں گے۔حضورؒ ساہیوال سے عارف والا تشریف لے گئے۔اور حافظ محمد حسین صاحب کے گھر تشریف لے گئے حافظ صاحب تو ملے نہیں کہیں گئے ہوئے تھے۔البتہ حافظ صاحب کی زوجہ محترمہ گھر میں تھیں۔ان سے لوٹے میں پانی لے کر صحن میں وضو فرمایا پھر آسمان کی طرف ٹکٹکی باندھ کر کچھ وقت دیکھتے رہے جب نظریں نیچی فرمائیں۔تو سرخ تھیں۔آپ نے بڑے جلال

سے فرمایا۔ کہ حافظ صاحب سے کہہ دینا۔ کہ اللہ تعالیٰ آپ کے ہاں دو صاحبزادے عطا فرمائے گا۔ ایک کا نام صلاح الدین اور دوسرے کا نام زین العابدین رکھنا۔ ایسے ہی ہوا زین العابدین بنک مینجر ہیں۔ اور صلاح الدین صاحب سعودیہ گئے ہوئے ہیں۔ اور بقید حیات ہیں۔

۸۔ حاجی محمد اشرف صاحب بتاتے ہیں۔ کہ حضورؒ انڈیا میں معماری کا کام بھی کرتے رہے ہیں۔ حاجی محمد حسین صاحب بھی ایک مرتبہ ساتھ تھے۔ اور کنواں اندر سے تعمیر کر رہے تھے۔ کہ ایک عورت آہ وزاری کرتے ہوئے کنوئیں کی مینڈھ پر آئی۔ اور نیچے کی طرف منہ کر کے آپؒ سے فریاد کرنے لگی کہ میرے بچے کو کئی روز ہسپتال میں داخل ہوئے ہو گئے ہیں۔ ڈاکٹر رشوت مانگتے ہیں۔ جو میرے پاس نہیں ہے۔ اس لئے ڈاکٹر اپریشن نہیں کر رہے آپؒ دعا کریں۔ حضورؒ نے کنوئیں کے پیندے میں بیٹھے بیٹھے مٹی اور ریت کا ملا جلا پیڑا سا بنا کر ہاتھوں میں اچھال کر کنوئیں کے دیوار سے دے مارا۔ اور ساتھ ہی فرمایا۔ کہ جا تیرے جانے سے پہلے ہی ڈاکٹروں نے تیرے بیٹے کا اپریشن کر دیا ہے۔ اور بیٹا ٹھیک ہو گیا ہے۔ عورت ہسپتال پہنچی جو جالندھر میں ہی تھا۔ بچے کا اپریشن بخیر وعافیت ہو چکا تھا۔ ڈاکٹروں نے کوئی رقم کا مطالبہ نہ کیا۔ مریض بھی ٹھیک ہو گیا۔ حضورؒ اس وقت قمیض نہیں پہنتے تھے بلکہ دو چادریں استعمال کرتے تھے۔

۹۔ حافظ محمد حسین صاحب کی زوجہ محترمہ کو کینسر تھا۔ پیٹ کے دائیں طرف تھا۔ لاہور گلبرگ میں رہائش کی۔ حافظ صاحب نے حضورؒ کی بارگاہ میں عرض کی کہ یہ معاملہ پیش آ گیا ہے۔ آپؒ ان کی رہائش گاہ گلبرگ میں ساتھ ہی تشریف لے گئے۔ وہاں مریضہ کسی عزیر کے ہاں ٹھہری ہوئی تھیں۔ ابھی مریضہ کو ہسپتال میں داخل نہیں کروایا تھا۔ آپؒ وہاں پہنچے۔ تو آپؒ نے حافظ صاحب سے فرمایا۔ کہ ایک بکرا ڈھونڈ لاؤ، وہ جب لے آئے۔ تو آپؒ نے بکرے پر ہاتھ مبارک پھیرا۔ اسکو مریضہ کی چارپائی کے گرد چکر دیئے۔ پھر فرمایا۔ کہ اس کو کسی درس میں دے دو۔ یا گوشت بانٹ دو۔ خدا کے فضل سے اپریشن کامیاب ہوگا۔ چنانچہ میو ہسپتال میں کامیابی سے اپریشن ہو گیا اور خدا نے بزرگان دین کی دعا و برکت سے جلد شفا بخشی۔ اور دوبارہ اس مرض نے عود نہ کیا۔ جب حافظ صاحب حضورؒ کی خدمت میں اس معاملہ کے متعلق حاضر ہوئے تھے۔ اس وقت حضورؒ کی خدمت میں کئی وزیر مشیر اور افسران اعلیٰ بھی حاضر تھے حضورؒ نے سب سے حافظ صاحب کا تعارف کروایا۔

۱۰۔ حافظ محمد حسین صاحب کے داماد حاجی اشرف صاحب بتاتے ہیں کہ ایک مرتبہ ہم چار پانچ حضرات لاہور گئے۔ حافظ صاحب نے جاتے وقت فرمایا کہ سائیں جیؒ کو ضرور مل کر آنا۔ چنانچہ ہم سب ڈیرہ پاک پر حاضر ہوئے آپؒ کو جب بتایا گیا کہ حافظ محمد حسین صاحب عارف والا کے عزیز ہیں۔ تو

آپ حجرہ شریف سے خود بنفسِ نفیس اٹھ کر بڑے پیار سے ملے اور بٹھایا۔حافظ صاحب کا حال احوال پوچھا۔ہم نے سلام کہا۔اور خیر یت بتائی۔

آپؒ نے دریافت فرمایا، کہ آپ روٹی تو کھاؤ گے۔ہم نے عرض کی کہ ضرور آپؒ نے لانگری سے فرمایا۔کہ اس وقت روٹی ہے؟ اس نے کہا جی ہاں۔اس نے کہا کہ ساتھ کیا کھلاؤں۔آپؒ نے فرمایا کہ مہمانوں ہی سے دریافت کرلو۔کہ ساتھ کیا کھائیں گے۔وہی کھلا دو۔اس نے ہم سے پوچھا۔تو ہم نے کہا کہ جو کھلا دو گے کھالیں گے۔ہمیں سب قبول ہے۔آپؒ نے فرمایا کہ دو انڈے پیاز میں بھون کر بنالو۔یہی کافی ہیں۔چنانچہ ایک چھوٹی سی دیگچی میں دو انڈے بنائے گئے۔جب ہم کھانے پر بیٹھے۔تو آپؒ نے ایک رومال اس دیگچی پر ڈال دیا۔ہم نے دو دو مرتبہ یہ مزیدار سالن کھایا۔اور جی بھر کر کھایا۔ہم چار پانچ افراد تھے۔جب بھوک ختم ہوئی۔تو بس کی۔لیکن سالن ختم نہیں ہوا۔یہ آپؒ کی دعا و برکت اور کرامت کا کرشمہ ہے۔جو ہم نے اپنی آنکھوں سے ملاحظہ کیا۔پھر حضرت صاحبؒ کو سلام کر کے اجازت لے کر رخصت ہو گئے۔

۱۱۔ ڈاکٹر عبدالرحمٰن صاحب نے ایک مرتبہ بتایا۔کہ حضورؒ گاڑی میں سفر کر رہے تھے۔ایک جیب کترا بھی حضورؒ کو جیب سے رقم نکال کر دیتے

ہوئے دیکھ کر ساتھ سوار ہو گیا۔ اور ساتھ ہی بیٹھ گیا۔ اس نے سفر کے دوران کئی مرتبہ حضورؒ کی جیبوں سے رقم نکالنے کی کوشش کی۔ جس جانب کی جیب میں وہ ہاتھ ڈالتا آپؒ اپنا بازو ذرا سا اوپر کو نامحسوس طریقے سے کر لیتے۔ کئی بار اس طرح ہوا۔ چند ایک روپے ہاتھ آتے۔ وہ پھر رکھ دیتا۔ اسٹیشن پر اتر کر حضورؒ نے اس جیب کترے کے پاس علیحدہ جا کر اس کی ضرورت پوچھی اور اچھی خاصی رقم انہیں جیبوں سے نکال کر اسے دے دی۔ جہاں سے چند ایک روپے نکلتے تھے۔ اس نے نادم ہو کر کہا۔ کہ بچی کی شادی کرنی ہے اور بھی مجبوریاں ہیں۔ اس نے رقم لے لی۔ اور آئندہ کیلئے توبہ کر لی۔ اس رقم کی برکت سے وہ تمام کاموں سے آسانی کیساتھ سرخرو ہوا۔ اور کاروبار بھی کیا اور نیک بندہ بن گیا۔

۱۲۔ جناب راجہ فضل مقصود صاحب فرماتے ہیں۔ کہ ایک مرتبہ دریائے جہلم میں سیلاب آیا۔ تو حضورؒ جہلم میں تشریف فرما تھے۔ علاقہ کے لوگوں نے عرض کی۔ کہ ہمارا مالی اور معاشی طور پر بہت نقصان ہوتا ہے۔ اس کا بندوبست فرمائیں۔ حضورؒ نے ایک تحریر لکھوائی۔ کہ اے دریا اگر تو رب کائنات کے حکم سے یہ فعل کر رہا ہے۔ تو کیے جا، اگر تیری کارستانی ہے۔ تو یاد رکھ اس کا مواخذہ ہوگا۔ اور خبردار اپنی حد سے نہ بڑھنا۔ تحریر لکھوا کر فرمایا۔ کہ یہ حکم نامہ پل پر کھڑے ہو کر دریا کے درمیان میں ڈال دو۔ جب یہ تحریر دریا میں ڈال دی

گئی۔ تو وہ سمٹنا شروع ہو گیا۔ اور پیچھے ہٹ گیا۔ آج تک اس حد سے نہ بڑھا۔ جہاں اس وقت آیا تھا۔ نہ کھیتی باڑی کا نقصان کیا۔

ایسا واقعہ ڈاکٹر نذیر احمد فاضلی صاحب نے بھی سنایا تھا۔

۱۳۔ ڈاکٹر نذیر احمد فاضلی صاحب اور محمد منشا کانجن صاحب دونوں حضرات نے یہ واقعہ سنایا۔ کہ حضورؒ ایک مرتبہ کار میں سفر فرما رہے تھے۔ کار کافی سپیڈ سے سفر کر رہی تھی۔ کہ ڈرائیور سو گیا۔ تو غالباً سیکرٹری صاحبؒ نے حضورؒ سے عرض کی۔ کہ ڈرائیور سو چکا ہے۔ حضورؒ نے فرمایا۔ کہ خاموش رہو۔ ڈرائیور کو کچھ نہ کہو۔ سونے دو۔ چنانچہ ڈرائیور کافی وقت سوتا رہا۔ کار تیز رفتاری سے چلتی رہی۔ کراس بھی ہوتے رہے۔ موڑ بھی کاٹتی رہی۔ تب جا کر ڈرائیور کو جاگ آئی۔ تو سنبھل کر کار کو کنٹرول کرنے لگا۔ حالانکہ کافی فاصلہ ایسے ہی سوئے ہوئے طے ہو چکا تھا۔ سچ ہے اللہ والوں کے ہر چیز ماتحت کر دی جاتی ہے۔

۱۴۔ ایک مرتبہ میری والدہ مرحومہ نے مجھے بتایا کہ اس حلیہ میں ایک بزرگ نے مجھے ایک شیشہ کے خوبصورت مکان میں زیارت کروائی ہے۔ جو حلیہ انہوں نے بتایا۔ وہ حضورؒ کیساتھ مطابقت کرتا تھا۔ امی جان مرحومہ اکثر حضورؒ کے متعلق واقعات مجھ سے سنتی رہتی تھیں۔ انہوں نے تو خواب سنا دیا۔ لیکن مجھے فکر لاحق ہو گیا۔ کہ خواب میں خوبصورت باغات اور گھاس کا منظر اور

شیشے کے مکان میں حضورؒ کا زیارت کروانا اس طرف اشارہ کرتا ہے۔ کہ حضورؒ جنت میں تشریف فرما ہیں۔ وہاں کا منظر والدہ مرحومہ کو دکھایا گیا ہے اب والدہ صاحبہ کو بھی سفر آخرت کا اشارہ مل گیا ہے۔ کیونکہ حضورؒ وصال فرما چکے تھے۔ یہ خواب ۱۹۸۴ء میں آیا۔ والدہ محترمہ تو خوش تھیں۔ کہ اللہ کے پیارے کی زیارت ہوئی۔ اور خوب صورت مناظر دکھائے گئے۔ مجھے فکر لاحق ہو رہی تھی ۔کہ والدہ محترمہ کو بھی سفر آخرت کی تیاری کروائی جا رہی ہے۔ بلاوا آنے والا ہے۔ اگلے سال والدہ محترمہ کینسر کے مرض میں مبتلا ہوئی اور چھ ماہ بعد سفر آخرت کو روانہ ہوگئیں ۔ اور بزرگان دین کے اشارہ کے مطابق دائمی مقام کی طرف کوچ کر گئیں ۔ پھر اس خواب کے مناظر نظروں میں گھوم گئے ۔ اور یقین ہو گیا۔ کہ بزرگان دین نے جنت کے مناظر اور شیشے کا مکان ویسے ہی نہیں دکھایا۔ اس میں یہی اشارہ تھا۔ کہ جہاں ہم ہیں۔ وہاں پہنچنے کی تیاری رکھو۔

۱۵۔ حاجی محمد حسین بتاتے ہیں۔ کہ میرے ہاں اولاد نرینہ نہیں تھی حضورؒ کے وصال کے بعد جب میں سعودیہ سے گھر آیا۔ تو دل میں بہت تمنا تھی کہ اللہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم اور بزرگان دین کی دعا و برکت کے طفیل ہمیں بھی اولاد نرینہ سے نوازے اور عمر دراز عطا فرمائے۔

چنانچہ ایک رات قسمت جاگ اٹھی ۔ گھر میں سویا ہوا تھا۔ نیم غنودگی

میں دیکھا کہ حضورؒ میرے پاس تشریف لائے۔اور فرمایا۔لاہور آؤ۔چنانچہ کئی دن گزر گئے۔خیر ایک دن ہم میاں بیوی دونوں لاہور ڈیرہ پاک پر حاضر ہوئے۔روضہ پاک پر حاضری دی۔سلام کیا۔پھر پیر رضا حسین صاحبؒ سے ملاقات ہوئی۔انہیں سب صورت حال عرض کی۔کہ حضورؒ نے ہمیں یہاں حاضر ہونے کا فرمایا ہے۔اب ہم حاضر ہیں۔اور یہ مسئلہ ہے۔چنانچہ انہوں نے تعویز دیا۔اور فرمایا کہ ایک بکرا لے کر پالنا شروع کردو۔جوں جوں بچے کی پیدائش کا وقت قریب آتا جائے اس بکرے کی پرورش بھی ساتھ ساتھ کرتے جائیں جب بچے کی پیدائش ہوجائے۔فوراً اس بکرے کو ذبح کردیا جائے۔چنانچہ ہم نے بکرا لے کر پالنا شروع کردیا۔اللہ تعالیٰ نے ہمیں فرزند عطا فرمایا۔ہم نے بکرا ذبح کردیا۔خدا نے بزرگاں دین کی دعا و برکت سے ہمیں فضل ودود فرزند عطا فرمایا۔اس کے بعد تین صاحبزادے اور عطا فرمائے۔افضل ودود اکمل ودود اور فضل مقصود جو ماشاءاللہ بقید حیات ہیں۔یہ حضورؒ کی کرامت ہے۔اور دعا و برکت سے ہم نوازے گئے۔ہم بزرگان دین کے شکر گزار ہیں۔اللہ تعالیٰ کا کروڑوں شکریہ ادا کرتے ہیں۔آمین

۱۶۔ ڈاکٹر عبدالرحمٰن صاحب بتاتے ہیں۔کہ تہجد کے وقت حضورؒ کے ساتھ بابا جلال صاحب بھی حاضرین کو جگانے آتے تھے۔بابا جلال مجھے ضرور بیدار کرتے۔اور کہتے اٹھو،عبدالرحمٰن صاحب میں نے کئی مرتبہ منع

کیا۔ کہ مجھے اتنا جلدی بیدار نہ کیا کرو۔ لیکن وہ بھی حضورؒ کے حکم کے مطابق ضرور جگاتے۔ ہماری آپس میں بے تکلفی بہت تھی۔ اس لئے وہ بلا جھجک مجھے اٹھنے پر مجبور کر دیتے۔ ایک مرتبہ وہ جگانے آئے سردیاں تھیں۔ میں رضائی میں لیٹا ہوا تھا۔ میں نے بابا جلال صاحب کو بھی کھینچ کر رضائی میں چھپا لیا۔ وہ ضعیف آدمی تھے۔ کوشش تو رضائی سے نکلنے کی کافی کرتے رہے۔ لیکن میں نے رضائی میں اچھی طرح ڈھانپ دیا۔ پھر وہ آرام سے بیٹھ گئے۔ بابا جلال صاحب کی تلاش شروع ہوئی۔ لیکن نہ ملے۔ حاضرین نے حضورؒ سے عرض کی۔ کہ بابا جلال نہیں نظر آ رہے۔ نہ جانے کہاں غائب ہو گئے ہیں۔ حضورؒ مسکرا کر فرمانے لگے۔ ان کو عبدالرحمٰن نے قابو کیا ہوا ہے۔ اس کی رضائی میں ڈھونڈو۔ بابا جلال صاحب میری رضائی سے مل گئے۔ اس کے بعد بابا جلال صاحب دور سے ہی دبدبہ سے مجھے جگا دیتے۔ نزدیک نہ آتے تھے۔ اور جلدی چلے جاتے تھے۔

۱۷۔ راقم الحروف ایک مرتبہ عارف والا میں قبولہ بازار میں واقع حافظ محمد حسین صاحب کی دوکان پر ان سے ملنے گیا۔ لیکن پتہ چلا کہ کوئی چھ ماہ قبل وصال فرما چکے ہیں۔ ان کے داماد اور بھتیجے حاجی محمد اشرف صاحب سے ملاقات ہوئی انہوں نے بھی بتایا۔ کہ حافظ صاحب بچپن میں ایک مرتبہ وصال فرما گئے تھے۔ سائیں جی قبلہ فضل شاہؒ کی دعا و برکت سے دوبارہ زندگی ملی

قرآن پاک بھی حفظ کیا۔ حج بھی کیا۔ حافظ صاحب کے ایک بزرگ عزیز سے بھی ملاقات ہوئی۔ انہوں نے بتایا۔ کہ حضورؒ جب عارف والا میں تشریف لاتے تو ایک مکان میں تشریف لاتے۔ کبھی کبھی مولوی محمود یسٰین صاحب بھی ساتھ ہوتے حضورؒ فرمایا کرتے، کہ اس وقت ساری کائنات میں ہمارا ڈنکا بج رہا ہے۔ یہ بزرگ حافظ محمد حسین صاحب سے عمر میں کافی چھوٹے تھے۔

۱۸۔ بابا جلال صاحب کنجاہ والے فرماتے ہیں۔ حضورؒ ایک مرتبہ کنجاہ میں تشریف لائے۔ اور مسجد میں تشریف لے گئے۔ آپؒ کے ساتھ کافی محبین تھے میں بکریوں کیلئے چارہ لیکر کھیتوں کی طرف سے آرہا تھا۔ جب مسجد کے قریب سے گزرنے لگا۔ تو وہاں کافی چہل پہل دیکھی۔ پوچھنے پر معلوم ہوا۔ کہ ایک بزرگ تشریف رکھتے ہیں۔ مجھے بھی کہا گیا۔ کہ ان کی زیارت کرلوں میں بمعہ چارہ مسجد میں چلا گیا۔ تو دیکھا، ایک بزرگ روشن چہرہ کیساتھ مسجد کے صحن میں تشریف فرما ہیں۔ کچھ حضرات بھی حاضر ہیں۔ آپؒ نے میرے متاثر ہونے پر دعا فرما کر بیعت فرمایا۔ پھر میں ذرا وہاں بیٹھ کر گھر کو روانہ ہونے لگا۔ تو مجھے آپ نے شفقت سے اجازت دی۔ جب گھر پہنچا تو گھر میں پہلے ہی خبر پہنچ گئی کہ میں مرید ہو گیا ہوں۔ سب بہت ہی خوش ہوئے اور مبارک باد دینے لگے۔

حضورؒ کے ایک مرید نے آپ کی دعوت کی تو گھر والے مجھے کہنے

لگے کہ آج پتہ چل جائے گا کہ آپ واقعی مرید ہوئے ہیں یا نہیں اگر آپ کو اس دعوت میں بلا لیا گیا تو سمجھیں گے کہ مرید ہو گئے ہیں اور دعوت دینے والے کے پیر بھائی ہو۔ اگر نہ بلایا گیا تو مرید نہیں ہوئے میں نے کہا ٹھیک ہے ابھی تمہیں پتہ چل جائے گا۔

تھوڑی دیر بعد ہی بلاوا آ گیا۔ میں نہ گیا۔ دوسرا بلاوا آیا تو بھی نہ گیا۔ پھر تقریباً ساڑھے بارہ بجے بلاوا آ گیا تو پھر گیا۔ پہنچا تو حضورؒ نے دیکھ کر فرمایا۔ بابا جلال صاحب تمہارے انتظار میں ہم نے کھانا شروع نہیں کیا۔ خیر اب آ گئے ہو تو اس ٹب والے پانی میں ہی ہاتھ دھو لو۔ میں نے اس پینے والے پانی میں ہاتھ دھو لیے۔ فوراً ایک صاحب نے اعتراض کیا کہ یہ تو پینے والا پانی ہے۔ آپ نے کیا کیا۔ میں نے حضورؒ کی طرف دیکھا تو حضورؒ نے فرمایا کہ بابا جلال صاحب نے ہمارے حکم کی تعمیل کی ہے۔ بابا جلال صاحب اسی ٹب سے پانی پینے کے لیے بھرلاؤ میں پانی بھرلایا۔ پھر ہم سب نے مل کر کھانا کھایا۔

مجھے بڑی مدت سے پیروں فقیروں اور مزاروں پر حاضری کا بہت شوق تھا۔ لیکن کہیں تسلی نہیں ہوتی تھی۔ حضور کے ہاں سکون نصیب ہوا۔ ماشاء اللہ حضور کی نظر کرم ہمیشہ سایہ فگن رہی ہے۔

۱۹۔ حضورؒ جب کنجاہ سے روانہ ہونے لگے تو بابا جلال صاحب کو بھی ساتھ

لیا اور ماموں کانجن شریف ساتھ ہی آئے۔ بابا جلال صاحب فرماتے ہیں کہ رات کو قوالی کا اہتمام تھا۔ قوالی شروع ہونے لگی تو آپ نے قوالوں کو روک کر فرمایا کہ ذرا ٹھہر کر پروگرام شروع کرتے ہیں۔ آپ نے کھانا تیار کرنے کا حکم دیا اور کچھ دیر ٹھہر کر لالٹین لے کر اسٹیشن کو روانہ ہوئے۔ گاڑی میں دو ایسے حضرات آ رہے تھے جنہوں نے ماموں کانجن شریف اترنا تھا۔ انہوں نے ماموں کانجن شریف سے قبل ہی اسٹیشنوں پر یہ فکر کرنی شروع کر دی اتنی رات گئے کہاں ٹھہریں گے اور کہاں سے کھانا کھائیں گے۔

خدا کی قدرت جب وہ گاڑی ماموں کانجن شریف کے اسٹیشن پر پہنچی تو صرف وہی دو حضرات وہاں اترے تیسرا کوئی نہ اترا۔ ادھر حضور بھی لالٹین لے کر اسٹیشن پر پہنچ گئے تھے۔ آپ نے ان مسافروں کو ساتھ لیا۔ ڈیرہ پاک پر آ کر ان کو خوب کھانا کھلایا ان کے آرام کا بندوبست فرما کر قوالی کا پروگرام شروع کرایا۔

۲۰۔ رحمت اللہ صاحب ونجاری والے بتاتے ہیں کہ حضور نے دو فرزند عطا ہونے کی خوشخبری دی تھی۔ ایک کا نام قدرت اللہ اور دوسرے کا نام بھولا رکھنے کی ہدایت فرمائی۔ قدرت اللہ تو بقید حیات ہے جبکہ بھولا فوت ہو گیا۔ اس کا قائم مقام تیسرا لڑکا بزرگان دین کی دعا و برکت سے عطا ہوا۔ اس کا نام فضل رحیم رکھا گیا اور عثمان غنی بھی نام رکھا گیا۔

۲۱۔ حضورؒ کے وصال سے قبل رحمت اللہ صاحب کو خواب آیا کہ ایک خوبصورت باغ ہے حضورؒ وہاں چل پھر رہے ہیں۔ جنت کے مناظر بہت خوبصورت نظر آ رہے ہیں۔ میں نے حضورؒ سے عرض کی کہ یہ کیسی جگہ ہے تو آپ نے فرمایا کہ عنقریب ہم یہیں آ رہے ہیں اس خواب کو جب حضور کی حضوری میں عرض کیا تو آپ نے خاموشی کا فرمایا۔

اوراس خواب کے بعد ہمیں پردے سے باہر رہنے کا فرمایا۔ آپ کے چہرہ انور پر دن بدن عجیب نور جلوہ گر ہوتا نظر آتا۔ آپ اس بات کو پوشیدہ رکھ رہے تھے۔ چند دن بعد آپ کا وصال ہو گیا اور خواب کی تعبیر بالکل سامنے تھی اس خواب سے ہی آپ کے وصال کی خبر معلوم ہو گئی۔

جنت کا در کھلا ہے تیرے در کے سامنے
بیشک خدا کا گھر ہے تیرے گھر کے سامنے

۲۲۔ حاجی غلام حیدر صاحب بتاتے ہیں کہ ایک شام سردیوں میں حضور کبھی حجرہ کے اندر اور کبھی باہر گلی میں کچھ متفکر سے آ جا رہے تھے۔ جیسے کوئی مسئلہ درپیش ہو۔ پھر ہمیں حکم ہوا کہ سائیکل تیار کرو۔ ہم کئی حضرات حضورؒ کے ہمراہ سائیکلوں پر سوار ہو کر مریدوالا کی جانب روانہ ہوئے۔ تو راستے میں ایک بوڑھی عورت ایک بچی کے ہمراہ سردی میں ٹھٹھرتی ہوئی بیٹھی ملیں۔ حضورؒ نے ان کے قریب رکنے کا حکم فرمایا۔ چنانچہ ہم سب وہاں رک گئے۔ حضورؒ نے

ایک سائیکل پر انہیں سوار کرایا۔ باقی سائیکلوں پر ہم تین تین سوار ہو کر چل پڑے۔ مرید والا کے قریب ایک گاؤں میں اس عورت کو بحفاظت پہنچایا تو اس عورت کا بیٹا بھی عقیدت مند ہی تھا۔ اس نے اظہار تشکر کیا اور عرض کی حضورؒ آپ کرم نہ فرماتے تو میری ماں اور بچی سردی سے ٹھٹھر کر راستے میں ہی اللہ کو پیاری ہو جاتی پھر ہمیں بھی سمجھ آ گئی کہ حضورؒ کیوں اتنی فکر میں اندر اور باہر آ جا رہے تھے۔ بڑے علم والے کی نظر دور تک کام کرتی ہے پھر ہم چک نمبر 150 کو چل پڑے وہاں انتظار ہو رہا تھا قوالی کا پروگرام بھی ہوا۔

۲۳۔ جناب اشفاق احمد صاحب سے سنا کہ جرمنی میں جب پڑھاتے تھے تو ان کے شاگردوں نے سوال کیا کہ مغرب میں تو عقلمند اور دانشور کافی گزرے ہیں اور اب بھی ہیں کیا آپ کی مشرق میں بھی کوئی عقلمند دانشور ہے۔ میں نے کہا کہ تمہیں بتاؤں گا۔ اس معاملہ میں سندھ اور دیگر علاقوں میں گیا اور دانشور مغربی فلاسفروں سے بھی اعلیٰ انسان تلاش کرتا رہا۔ آخر حنیف رامے صاحب کے بھائی رشید احمد چوہدری صاحب نے بابا جی نور والوں کا ذکر کیا۔ میں بابا جی کے ہاں حاضر ہوا یہی پہلی حاضری تھی آپ نے متاثر کیا۔ پھر میں نے جرمن والوں کو بتایا کہ ہمارے ہاں بھی ذہین اور اعلیٰ انسان موجود ہیں پھر وہاں کے لوگ آئے۔ بابا جی کے ہاں حاضر ہوئے اور مطمئن ہوئے۔ بابا جی سے میں نے کہا کہ یہ ولایت سے آئے ہیں۔ بابا جی نے فرمایا ولی ولایت

سے ہی آتے ہیں یعنی آپ نے روحانی ولایت کا تذکرہ فرمایا۔ مغرب والوں کو ڈیرہ پاک کے منظر نے بھی حیران کیا۔ بکرا ذبح ہوا وہ بھی دیکھا۔ سادگی اور صفائی سے متاثر ہوئے بابا جی کے حسن سلوک سے متاثر ہوئے۔ ہمارا بھی سر فخر سے بلند ہوا۔ کہ میری تلاش مکمل ہوئی اور پھر بابا جی کا ہی ہو کر رہ گیا۔ آج کل جمعرات کی شام 6 بجے زاویہ نامی پروگرام پیش کرتے ہیں۔

۲۴۔ سنا ہے کہ جناب اشفاق احمد صاحب اور ان کی اہلیہ بانو قدسیہ اور صاحبزادے کے درمیان یہ گفتگو چل پڑی کہ محبوب کیا ہے۔ جب کوئی قول فیصل ہاتھ نہ لگا تو فیصلہ کیا کہ بابا جی نور والوں کے ہاں حاضر ہو کر دریافت کریں۔ آپ سے جب تذکرہ کیا تو آپ نے فرمایا۔ کہ جس سے محبت کی جائے اس کی مرضی کے آگے اپنی مرضی ختم کر دی جائے۔ اس کی مانی جائے اس کی ہر بات پسند کی جا سکے۔

۲۵۔ ممتاز مفتی صاحب لبیک میں لکھتے ہیں۔ ہم لمبی لمبی دعائیں کرتے ہیں تب بھی قبول نہیں ہوتیں نور بابا لنگر میں گوشت کا اہتمام خصوصی کرتے جو بہت مزیدار ہوتا ایک مرتبہ جس قصائی سے لنگر کا گوشت لیتے تھے وہ موت کی کشمکش میں مبتلا ہو گیا۔ اس کی بیوی اور ماں بھاگی بھاگی حاضر ہوئیں اور عرض کرنے لگیں کہ حضور آپ کا قصائی مر رہا ہے۔ اس کا منہ دیکھ لیں۔ نور بابا فوری تشریف لے گئے اس کے چہرے کو دیکھ کر فرمانے لگے کہ یا اللہ یہ تیرا بندہ

اچھا گوشت بناتا ہے اور لنگر کے لیے دیتا ہے اور تیرے بندے کھاتے ہیں اگر اس کی عمر ختم ہوگئی ہے تو اسے اور عطا کر دے تجھے کوئی پوچھنے والا نہیں۔ یہ گوشت دے گا تو تیرے ہی بندے کھائیں گے، باقی تو جانے۔ چنانچہ یہ فرما کر نور ڈیرہ میں تشریف لے آئے ادھر قصائی بھی بھلا چنگا ہو گیا اور دوسرے دن حاضر ہوا اور عرض کی حضورؒ اللہ تعالیٰ نے آپ کی دعا و برکت سے مجھے ٹھیک کر دیا ہے۔ نور بابا کے نور ڈیرے پر ہر ایک کو گوشت روٹی ضرور دی جاتی ہے۔ اللہ کے دوست سرسری دعا بھی کر دیں تو اللہ تعالیٰ قبول کر لیتا ہے۔

۲۶۔ اس کے بعد لکھتے ہیں کہ قدرت اللہ شہاب کی بیگم ڈاکٹر عفت شہاب صاحبہ جو کہ خود ایم بی بی ایس ڈاکٹر تھیں نور باباؒ کے علاج بالغذا سے بہت متاثر تھیں۔ دوسرے ملک میں ہوتیں تو بھی تر پھلا پاکستان سے منگواتیں۔ پانچ روپے کے تر پھلا پر پینتیس روپے خرچ آتا۔

۲۷۔ ایک مرتبہ عرس پر ماموں کانجن شریف میں جھنڈا چڑھانے کے لیے جلوس کی شکل میں بازار سے ہم گزر رہے تھے کافی دوست ہمراہ تھے۔ جب بازار کے چوک پر پہنچے تو ایک سبزی فروش نے بڑے ادب سے کھڑے ہو کر پیر مقبول الٰہی صاحب کو سلام کیا۔ میں نے ایک صاحب سے پوچھا یہ کون صاحب ہیں تو جواب ملا یہ صاحب کوڑھی لگا ہوا تھا۔ حضورؒ کی دعا و برکت سے بری ہو گیا۔ سچ ہے کوڑھی لگدے بری کرائے۔

۲۸۔ جناب فاروق احمد صاحب ترنڈہ شریف والے فرماتے ہیں کہ ایک صاحب حج پر جاتے وقت ایک ہزار روپے اپنی بیوی کو خرچہ دے گئے۔ جب حج سے واپس آئے تو بیوی نے وہ ایک ہزار روپے واپس جوں کا توں کر دیا۔ اس نے پوچھا خرچ کیوں نہیں کیے۔ بیوی نے کہا حضورؒ ہمارا خرچ چلاتے رہے ہیں۔ اس نے حیران ہو کر کہا کہ حضورؒ کو تو میں نے حج کے موقع پر وہاں پایا اور وہ حج پر گئے ہوئے تھے یہاں نہیں تھے۔ بیوی نے کہا وہ یہیں تھے کہیں نہیں گئے ہمارا خرچ وہی چلاتے رہے ہیں۔

۲۹۔ حاجی غلام حیدر صاحب بتاتے تھے کہ حضورؒ نے فرمایا کہ حاجی صاحب گڑ والے دیسی گھی میں پکے ہوئے چاولوں پر دہی ڈال کر کھانے سے اندر اس طرح صاف ہو کر چمک جاتا ہے جس طرح قلعی گر برتن کو قلعی کر کے چمکا دیتا ہے۔

۳۰۔ حاجی محمد حسین صاحب بتاتے ہیں کہ حضور سے سوال کیا گیا کہ آپ کے ہاں کئی حضرات نذرانہ لے کر آتے ہیں وہ ہر طرح کی کمائی سے ہوتا ہے اس کا کیا حل ہوتا ہے آپ نے فوراً فرمایا کہ ہمارے ہاں سمندر جیسا معاملہ ہے کہ ہر چیز یہاں چلتی ہے لیکن سمندر کی پاکی میں کوئی حرج واقع نہیں ہوتا۔ ہم پاک کرنے آئے ہیں اس لیے ہمارے ہاں پاکی میں کوئی فرق نہیں پڑتا جیسا مال ہوتا ہے ویسا ہی اس کا حل ہوتا ہے۔ یہاں جو کچھ آتا ہے آگے چلا

جاتا ہے۔ہم کون سا اپنے پاس رکھ کر جمع کرتے ہیں۔

۳۱۔ باباعلی احمد کمالیہ میں رہتے ہیں وہ ترنڈہ شریف میں حضورؒ کی زیارت کرتے رہے ہیں اور درزی کا کام کرتے تھے وہ بھی قادری سلسلہ میں بیعت ہیں۔وہ بتاتے ہیں کہ ترنڈہ شریف میں ایک دیوار سے ٹیک لگا کر بیٹھا ہوا تھا کہ حضورؒ کی نظر کرم سے مشاہدہ ہوا کہ حضورؒ جنگلوں اور ویرانوں میں گھوم پھر رہے ہیں اور محوِ عبادت ہیں یہ منظر ایک فلم کی طرح نظر آ رہا تھا اور میں لطف اندوز ہو رہا تھا جب مشاہدہ ختم ہوا میں نے حضورؒ کی طرف دیکھا۔تو آپ بھی میری طرف دیکھ کر پہلے سے ہی مسکرا رہے تھے اور فرمایا کیا دیکھ رہے تھے میں نے عرض کیا کہ حضور کا جنگلوں میں پھرنے کا منظر دیکھ رہا تھا حضورؒ خوش ہوئے اور خاموش رہے۔بہت مزا آیا۔آپ کا مقام بہت بلند ہے۔

۳۲۔ معمولی معمولی اور مضر اشیاء بھی حضورؒ کے فرمان کے مطابق استعمال کرنے سے صحت بخش اثرات مرتب کرتی تھیں۔میرے ساتھ ماموں زاد محمد علی ایک مرتبہ عرس شریف لاہور کے موقع پر ڈیرہ پاک میں حاضر تھے ایک سفید ریش بڑے میاں ہمیں ملے ان سے دریافت کیا آپ کب سے آ رہے ہیں انہوں نے بتایا کہ شوگر کے آخری مرحلہ میں مبتلا تھا۔ڈاکٹر حضرات نے جواب دے دیا تو ایک صاحب نے بتایا کہ دھرم پورہ میں باباجی نور والے ہیں ان کی خدمت میں حاضر ہو جاؤ وہ اس کا حل کریں گے میں حاضر ہوا۔آپ

نے چائے بھی پلائی میٹھے چاول کھلائے۔سوچا اب میرا کیا بنے گا۔میٹھا س میرے لیے مضر ہے کھانے کے بعد آپ نے آنے کا سبب پوچھا۔عرض کی کہ شوگر موت کے منہ میں لے جا رہی ہے۔مہربانی فرمائیں۔آپ نے فرمایا پریشان نہ ہوں ایک ٹماٹر روزانہ نہار کھالیا کریں۔اکیس دن کے بعد دوبارہ آئیں جب میں گھر گیا تو حسب ہدایت ایک ٹماٹر کھالیتا۔پچیس دن کھا کر حاضر ہوا۔آپ نے فرمایا اب ٹھیک ہو واقعی میں تندرستی محسوس کر رہا تھا۔ ڈاکٹروں نے چیک کیا تو شوگر بالکل نہیں تھا۔انہوں نے پوچھا کیا کھایا میں نے تمام واقعہ سنایا۔تو ڈاکٹر ہکا بکا تھے کہ ٹماٹر تو اچھے بھلے آدمی کے گردے خراب کر دیتے ہیں۔شوگر کے لیے مضر ہیں پھر آرام کیسا۔لیکن میں زندہ نمونہ ان کے سامنے تھا۔یہ حضورؒ کی نظر کرم تھی ورنہ ٹماٹر نے کیا اثر کرنا تھا۔

۳۳۔ ایک واقعہ سنا کہ نماز ظہر کے لیے صفیں آراستہ تھیں ایک صاحب آئے آپ نے فرمایا نماز پھر پڑھتے ہیں۔اس صاحب کی خدمت کرنے کے بعد آئے اور نماز ادا ہوئی۔مولوی حضرات نے عرض کی کہ حضورؒ نماز تاخیر سے ادا فرمائی ہے۔آپ نے فرمایا کہ کیا نماز قضا کر کے نہیں پڑھی جاسکتی۔انہوں نے کہا کہ ادا ہو سکتی ہے۔جماعت بھی دوبارہ ہو سکتی ہے۔آپ نے فرمایا سن لو خدمت کی قضا نہیں ہے عبادت کی قضا موجود ہے۔اس صاحب کی پاس صرف بیس منٹ تھے۔انہوں نے لازمی واپس جانا تھا اگر ان کی تاخیر ہو جاتی

تو ان کو مسئلہ بن سکتا تھا۔ اب خدمت بھی ہوگئی نماز بھی ادا ہوگئی۔ اس میں کیا حرج واقع ہوا ہے۔

۳۴۔ ایک مرتبہ اشفاق احمد صاحب نے اپنے پروگرام زاویہ میں ایک واقعہ سنایا کہ ایک مرتبہ ڈیرہ پاک پر حاضر ہوا۔ رکشہ پر آیا تھا رکشہ والے نے ساڑھے تین روپے کرایہ طلب کیا میں نے ریز گاری نہ ہونے کی وجہ سے چار روپے دے دیے۔ پھر ڈیرہ پاک داخل ہوا۔ حضورؒ نے دریافت فرمایا کہ رکشہ پر آئے ہو میں نے اعتراف کیا فرمایا کتنا کرایہ دیا میں نے عرض کی ساڑھے تین کی بجائے چار روپے دیے ہیں۔ حضورؒ نے فرمایا کوئی بات نہیں دیے ہوئے میں سے دیے ہیں۔ پانچ روپے بھی دے دیتے تو کوئی بات نہیں تھی۔

میں سوچنے لگا کہ دیے میں سے دینے کا کیا مطلب ہے۔ بہت ذہن کھپایا۔ فلسفہ لڑایا لیکن سمجھ نہ آئی میں چائے پیتے وقت کھانا کھاتے وقت یہی سوچتا رہا ایک دن پھر میں فرصت کے وقت ڈیرہ پاک پر حاضر ہوا۔ ادھر ابن انشاء گھر گیا مجھے نہ پایا تو سوچا یہ اشفاق احمد نہ کسی لائبریری میں ہوگا نہ کسی اور جگہ یہ باباجی کے پاس ہی گیا ہوگا۔ وہ آ گیا وہ ذرا ٹیکنیکی ذہن رکھتے تھے ڈیرہ پاک میں داخل ہو کر ایک ڈنڈا جو ہاتھ میں پکڑا ہوا تھا وہ مجھے دکھا کر انگلی سے اشارہ کیا کہ میں باہر آؤں وہ روحانیت کے زیادہ قائل نہ تھے اور میرے بے تکلف دوست تھے۔ میں محفل میں بیٹھا تھا۔ چنانچہ اس کے بلانے کے انداز

سے میں مرعوب ہو کر ان کی طرف چلا آیا۔ ان کے اشارہ کا مطلب صاف ظاہر تھا کہ میں باہر آؤں اور اس کے پاس پہنچوں۔ جب میں ان کے پاس آیا تو ذرا سخت لہجہ میں گویا ہوئے کہ اچھے بھلے پڑھے لکھے ہو کر نہ لائبریری میں گئے اور نہ کسی ایسی علمی جگہ پر۔ یہاں بابا کے پاس کیا لینے آ بیٹھے ہو یہ تو ان پڑھ ہیں۔

میں نے ان کو رکشہ والا واقعہ سنایا کہ بابا جی نے یہ بات فرمائی ہے کہ دیے ہوئے میں سے دینے تھے اس کا کیا مطلب ہے۔ ابن انشاء بھی سوچ میں پڑ گئے اور جھنجھلا کر کہنے لگے مجھے تمہارے بابا کی اس بات کا کوئی فلسفہ سمجھ میں نہیں آ رہا۔ خیر بات آئی گئی ہو گئی۔ ہم گھر واپس چلے گئے۔

میں کافی دنوں بعد کراچی میں ابن انشاء کے پاس گیا اس کے دفتر میں بیٹھے ہوئے تھے کہ ایک لڑکی عینک لگی ہوئی یرقان زدہ حاضر ہوئی وہ بیمار معلوم ہو رہی تھی۔ اس نے ایک رقعہ ابن انشاء کو پکڑایا۔ ابن انشاء نے رقعہ پڑھ کر جیب میں ہاتھ ڈالا تو تین سو روپے نکال کر اس کو دیے اور کہا فی الحال اتنے ہی ہیں یہ لے لو وہ شکریہ ادا کر کے چلی گئی میں نے رقعہ لے کر پڑھا اس پر لکھا تھا کہ ہم کرایہ کے مکان میں رہتے ہیں مالک مکان کرایہ کا اصرار کر رہے ہیں۔ کرایہ 165 روپے ہے اگر کرایہ آج نہ دیا تو ہمارا سامان نکال باہر کریں گے میں آپ کے کالم پڑھتی رہتی ہوں اور استانی ہوں آپ کے کالم پڑھ کر متاثر

ہوئی ہوں اس لیے آپ سے مدد کی خواستگار ہوں۔ مہربانی فرما کر مطلوبہ رقم عنایت فرمائیں تاکہ ہمارا سامان باہر نہ پھینکا جائے۔

میں نے کہا کہ اللہ کے بندے یہ تم نے کیا کیا وہ 165 روپے مانگ رہی تھی اور تم نے تین سو روپے کی کثیر رقم دے دی کیا تم اسے جانتے ہو اس نے کہا بالکل نہیں تین سو روپے دیے تو کیا ہوا میں نے کون سے اپنی طرف سے دیے ہیں یہ دیے میں سے دیے ہیں۔ میں چونک کر اس کی طرف دیکھنے لگا کہ یار یہ بات تو کہیں پہلے بھی سنی ہے اور آپ کو بھی بتائی تھی۔ اب ہوئی نا بات کون سے اپنی جیب سے دیے ہیں۔ یہ پہلے کسی نے آپ کو دیے ہیں اور وہی اٹھا کر آگے چلا دیے ہیں۔ اللہ کسی ذریعہ سے دیتا ہے اور بندہ اللہ کے اس دیے ہوئے میں سے دیتا ہے نہ کہ اپنی جیب سے دیتا ہے میں نے کہا یہ ہے دیے ہوئے میں سے دیے کا فلسفہ جو اس دن میری سمجھ میں نہ آیا نہ تیری سمجھ میں آیا۔

پھر تو میں نے مسلسل دو سال تک مشاہدہ کیا کہ ابن انشاء کے اردگرد دولت کی ریل پیل رہی اور اس تناسب سے آگے دیتے جا رہے تھے۔ بلا مشقت یہ دولت کی ریل پیل دیکھ کر ابن انشاء جھنجھلا کر کہنے لگے کہ میں تمہارے بابا کے فلسفہ سے تنگ آ گیا ہوں کہ دے دے کر جان چھڑاتا ہوں لیکن اسی تناسب سے دولت آ رہی ہے اب میں تنگ آ گیا ہوں۔

پھر غالباً انہوں نے دینا بند کر دیا یا کم کر دیا۔ اور دولت بھی سمٹ سمٹا کر گزارہ کے لیے ہی کافی ہونے لگی۔ یہ دیے میں سے دینے کا عجیب فلسفہ مشاہدہ میں آیا۔

۳۵۔ محمد عبداللہ مضطر گجراتی صاحب لکھتے ہیں کہ ایک مرتبہ میرا بچہ جمیل احتشام جو کہ پانچ سال کا تھا میرے ہمراہ حاضر ہوا آپ نے پہلی مرتبہ اس بچے کو دیکھا تھا اس کی سعادت مندی کی بشارت دی تھے۔ صاف نظر آ رہا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے اسے غیر معمولی ذہن عطا فرمایا ہے۔ 1975ء کا واقعہ ہے بچوں کے اردو، انگریزی قاعدے نظموں سمیت اسے زبانی یاد ہیں ان کے علاوہ نماز، الحمد شریف، درود شریف، اذان اور پارہ اول کا تقریباً پہلا رکوع اسے ازبر تھا۔ ایک دن آپ نے فرمایا کہ اسے سورۃ مزمل شریف یاد کرائیے۔ اس دن سے بچے کی والدہ نے اسے پاس بٹھا کر ہر روز صبح سورت مزّمل شریف کی تلاوت کرنی شروع کر دی۔ چند ہی دن میں وہ سورۃ مزمل شریف کا حافظ ہو گیا محسوس کیا گیا کہ جو سن لیتا ہے اسے نہیں بھولتا۔ آپ کو اس معصوم پر بے حد پیار تھا۔ اور اس کے لیے دعا فرماتے رہتے تھے میں یہ سمجھتا ہوں کہ بچے کا شرح صدر آپ کی دعا و برکت سے ہے۔ اللہ تعالیٰ مزید فضل فرمائے آمین۔ بزرگان دین کی دعا و برکت سے صحت و سعادت کے ساتھ اس کی عمر دراز کرے آمین۔

۳۶۔ ایک مرتبہ رحمت اللہ صاحب بتا رہے تھے کہ حضور کی کپڑے کی واسکٹ (سلوکا) میں چند ایک روپے تھے جو کہ میرے علم میں تھے آپ نے وہی واسکٹ پہن لی۔ اور بازار کو لنگر کا سامان لینے کے لیے تشریف لے گئے میں بھی ساتھ تھا بازار میں پہنچ کر فرمانے لگے آج جمعرات ہے کافی دوست آئیں گے اس لیے ذرا وسیع پیمانے پر انتظام ہونا چاہیے۔ آپ نے گڑ چاول گوشت وغیرہ کئی قسم کا سامان لنگر کے لیے خریدا۔ اور واپس بغیر ادائیگی کے آگئے۔ کسی دکاندار نے رقم کا مطالبہ بھی نہیں کیا۔ ڈیرہ پاک میں داخل ہوتے وقت فرمانے لگے رحمت اللہ صاحب ہم نے کسی کو بھی ادائیگی نہیں کی ان کو حساب کتاب پوچھ کر ادائیگی کر آؤ۔ یہ فرما کر اپنی جیبوں سے جہاں چند ایک روپے تھے سو سو روپے کے نوٹوں کی ایک گڈی مجھے عنایت فرمائی آپ نے فرمایا کہ مطلوبہ رقم دے کر بقایا اپنے پاس رکھیں۔ بھوسہ اور چارہ وغیرہ بھینس وغیرہ کے لیے بھی خریدنا ہوتا ہے میں نے سب کے حساب کتاب کے مطابق رقم ادا کی۔ باقی رقم پاس رکھی۔ بھوسہ اور چارہ وغیرہ بھی کئی دن خریدتا رہا اور اپنا سگریٹ پانی بھی چلتا رہا۔ رقم نے بھی کئی دن تک وفا کی گویا خیر و برکت ہوگئی

۳۷۔ محترم ممتاز مفتی صاحب اپنی کتاب لبیک میں لکھتے ہیں کہ قدرت اللہ شہاب صاحب کی اہلیہ محترمہ ڈاکٹر عفت شہاب صاحبہ حضورؒ کے طریقہ علاج بالغذا سے اس قدر متاثر ہوئیں کہ انہوں نے فیصلہ کیا کہ نور بابا کے

طریق علاج کو اپنا لیں گی۔ کیونکہ وہ یہ جانتی تھیں کہ نور بابا کے طریق علاج سے ان کے پاس پرانی پراسرار بیماریوں کے ایسے مریض شفایاب ہونے کے لیے آتے رہے ہیں جنہیں ڈاکٹر حضرات لاعلاج ہونے کا فتویٰ صادر کر چکے ہوتے۔ اور حیرت کی بات کہ ان میں چالیس فیصد صحت یاب ہو جاتے۔ حالانکہ نور بابا صرف خوراک کے ذریعے علاج کرتے ہیں وہ فرماتی ہیں کہ نور بابا فرمایا کرتے ہیں کہ خوراک میں دوا کا عنصر ہوتا ہے۔ وہ خالص دوا کی نسبت زیادہ پراثر ہوتا ہے۔

ڈاکٹر صاحبہ مکہ شریف میں اسبغول تلاش کرتی پھرتیں۔ کیونکہ قدرت اللہ شہاب کے پیٹ میں خرابی تھی۔ میں نے انہیں کہا کہ وہ تو پنساریوں کی دکان سے ملے گا۔ آپ کیمسٹوں کی دکانوں پر ڈھونڈ رہی ہیں انہوں نے کہا کہ اب اسبغول کو باٹل کر لیا گیا ہے اور نام ہے اسپگال۔

میں نے ڈاکٹر صاحبہ سے پوچھا کہ ہائی بلڈ پریشر کے لیے کوئی دوا بتائیے بولیں کہ تارامیرا کے بیج تلی بھر نہار منہ کھاؤ صرف تین دن۔ الرجی کی دوا پوچھی تو انہوں نے جواب دیا کہ ایلوپیتھی میں کوئی حتمی دوا نہیں۔ عارضی آرام کی دوائیں ہیں ان سے بیماری نہیں جاتی۔ آپ فلاں آیت کا ورد کریں۔ انشاء اللہ شفا ہو گی۔ میری آزمودہ ہے یہ سب نور بابا کے طریق علاج سے متاثر ہونے کا نتیجہ ہے کہ ایم بی بی ایس ڈاکٹر بھی متاثر ہوئے بغیر نہ

رہ سکیں۔

۳۸۔ حاجی غلام حیدر صاحب بتاتے ہیں ہم نے وہ کوٹھی دیکھی ہے جو غالباً دادا بھائی منزل بتائی تھی اس کوٹھی کا نقشہ ترتیب و تعمیر و ترکیب سب حضور نے فرمایا تھا اس کوٹھی کے اوپر باغیچہ بھی لگا نہ جانے پودوں کی جڑیں کہاں غائب گیں اس باغ کے پودوں پر پھل لگتے دیکھے گئے۔ ایک کوٹھی کی سیڑھی کئی کاریگروں سے نہیں چڑھائی جاتی تھی۔ حضور نے موقع ملاحظہ فرما کر نقشہ بنا کر دیا اور سیڑھی بڑی خوبصورتی اور آسانی سے چڑھ گئی۔ آپ مزدوروں کو چھ ماہ میں مکمل معمار بنا دیتے تھے اس بات سے دوسرے معمار خار کھاتے تھے اور اتنی تیزی سے کام کرتے کہ کئی آدمی بمشکل ساتھ پورے اترتے اور مزدوری بھی کم لیتے اس سے دوسرے مستری خار کھاتے کہ ہمارا کام سستا پڑ جائے گا اور معماروں کی کثرت ہو جائے گی۔

۳۹۔ حاجی غلام حیدر صاحب بتاتے ہیں کہ خانیوال میں ایک صاحب رہتے ہیں موٹر سائیکلوں کی دکان تھی ان کی وہ ایک مرتبہ حضور کے پاس حاضر ہوئے اور کہنے لگا کہ حضور آپ کی دعا و برکت سے اب میں فارغ ہو گیا ہوں لڑکے لڑکیاں سب بیاہ دی گئی ہیں اب کوئی فکر نہیں ہے۔ حضور نے فرمایا کہ فارغ کہاں ہو گئے ہو ابھی پنیری لگائی ہے بوٹے تو ابھی بعد میں بننے ہیں پھر مصروفیت دیکھنا وہی ہوا کچھ عرصہ بعد وہ صاحب دوبارہ جب آئے تو حضور

وصال فرما چکے تھے اس صاحب کے آنسو رواں تھے مجھے بھی ملے وہ حضور کو یاد کر کر کے روتے تھے کہ حضور کا فرمان سچ ثابت ہوا اب اتنی مصروفیت ہے کہ سر کھجانے کی فرصت نہیں ملتی اور مجھ سے زیادہ میری بیوی کی مصروفیت رہتی ہے میرے نوکر تم ہیں میری بیوی کو شاید ہی کوئی رات گھر میں رہنا نصیب ہو ورنہ کبھی بچیوں کے سسرال میں کبھی لڑکوں کے سسرال میں شادی و مرگ کا سلسلہ چلتا رہتا ہے اور وہاں لازمی جانا پڑتا ہے۔ کہیں بچے کی پیدائش ہو رہی ہے کہیں کوئی معاملہ درپیش ہے بس حضور کی دعا و برکت سے دن بیت رہے ہیں اور ان کی یاد دل میں بسائے ہوئے ہیں۔ اب نوجگہ آمد و رفت اور دوسرے رشتہ داروں کے ہاں آنا جانا بھی لگا رہتا ہے۔ بس ایسی مصروفیت ہوگئی ہے کہ رات دن ایک ہو چکا ہے۔

۴۰۔ حاجی رانا منور حسین صاحب کے متعلق ایک واقعہ سننے میں آیا کہ ایک رات دروازوں کو لاک کر کے سوئے گیٹ پر چوکیدار بھی مقرر تھا۔ قسمت جاگ اٹھی۔ حضورؒ تشریف لائے یہ حضور کے وصال کے بعد کا واقعہ ہے باتیں بھی ہوئیں۔ حضورؒ جب چلے گئے تو رانا صاحب نے دروازہ دیکھا جو کہ بدستور بند تھا باہر گیٹ پر چوکیدار بھی ڈیوٹی دے رہا تھا گیٹ بھی بند تھا اس سے پوچھا کہ کسی کو آتے جاتے دیکھا اس نے کہا کہ کسی کو بھی آتے جاتے نہیں دیکھا یہ نیم بیداری کا واقعہ ہے۔

۱۴۱۔ قمر علی بٹ صاحب کے متعلق سنا کہ وہ اپنے دوستوں کے ہمراہ کئی بزرگوں کے پاس گئے اور سوالات کئے کہیں تسلی نہیں ہوئی پیروں فقیروں کو سوالات کے ذریعے پرکھتے تھے۔ سخت سست بھی کہہ دیتے تھے۔ ایک دن حضور کے پاس بھی حاضر ہوئے بغرض امتحان آئے تھے۔ حضور کو بتایا گیا کہ ایک صاحب اپنے گروہ کے ساتھ آئے ہیں اور ایسی ایسی باتیں کر رہے ہیں آپ نے فرمایا ہمیں ان کی باتیں اچھی لگتی ہیں حضور کا مخلوق خدا سے سلوک دیکھ کر اور سوالات کا تسلی بخش جواب حاصل کر کے وہ موم ہو گئے پھر ان کے متوالے ہو گئے آج کل وفات پا چکے ہیں۔

۱۴۲۔ محمد ظفر چک 509 گ ب والے بتاتے ہیں کہ ہم پر ایک قتل کا کیس تھا بہت تاریخیں پڑیں آخر میں دربار شریف لاہور میں حاضر ہوا۔ یہ حضور کے وصال کے بعد کا واقعہ ہے۔ روضہ پاک کا طواف کر کے کونے والے کمرے میں سو گیا۔ غنودگی کی حالت میں دیکھا کہ حضور پاس کھڑے ہیں فرماتے ہیں گھبراؤ نہیں صبح تاریخ پر جاؤ خدا خیر کرے گا۔ میں نے صبح پیر رضا حسین صاحب سے اجازت لی۔ انہوں نے میرے کاغذات کا پلندا اوپر کر کے روضہ پاک کی طرف کر کے ہوا میں گھمایا دو تین چکر دیے اور پھونک مار کر فرمایا کہ جاؤ خدا خیر کرے گا میں سیدھا عدالت میں گیا۔ جب آواز پڑی تو جج صاحب نے کاغذات دیکھ کر کہا کہ تاریخیں بہت پڑ چکی ہیں کیس کمزور ہے لہذا

باعزت بری کیا جاتا ہے اور ہم باعزت اس جھنجھٹ سے چھوٹ گئے۔

۴۳۔ بابو ڈوگر صاحب کمالیہ والے بتاتے ہیں کہ ایک صاحب کو پھانسی کے آرڈر ہونے والے تھے وہ حضور کے پاس حاضر ہوا آپ نے فرمایا بے فکر ہو کر عدالت میں پیش ہو جاؤ وہ پیش ہو گیا۔ جج کے آنے سے پہلے ساتھ والی کرسی پر حضور کو جلوہ افروز دیکھا آپ نے فرمایا کہ باعزت بری کیا جاتا ہے یہ فرما کر آپ تشریف لے گئے۔ ملزم نے بتایا کہ میں باعزت بری ہو گیا ہوں حاضرین نے کہا کہ جج ابھی آیا نہیں بری کیسے ہو گئے۔ انہوں نے کہا کہ میرے پیر صاحب آئے تھے اور یہ فرما گئے ہیں کہ میں باعزت بری ہوں۔ جب جج آیا اس نے بھی انہیں الفاظ میں مجھے باعزت بری کر دیا۔ اس وقت حضور ڈیرہ پاک پر موجود تھے اور عدالت میں بھی موجود دیکھے گئے۔

۴۴۔ بابو ڈوگر صاحب نے ایک اور واقعہ سنایا کہ ایک عورت کا بچہ مر گیا اس نے لا کر حضور کے دامن مبارک میں ڈال دیا آپ نے حاضرین کو تلاوت قرآن پاک کا فرمان جاری فرمایا۔ تھوڑی دیر بعد بچے کو جھنجھوڑ کر کہا کہ اٹھو بیٹا۔ بچے نے آنکھیں کھول دیں اور اپنی ماں کا دودھ پیا۔

۴۵۔ بابو ڈوگر صاحب نے ایک اور وقعہ سنایا کہ ایک صاحب کے اولاد نرینہ نہیں تھی۔ انہوں نے حضور کی بارگاہ میں عرض کی آپ خاموش رہے اتنے میں محفل نعت شروع ہوئی۔ نعت خواں نے سرکارِ دو جہاں ﷺ کی نعت شریف

پڑھی۔ خدا دیتا ہے طفیل محمدؐ جیسے الفاظ سے مزین تھی۔ حضور نے اس صاحب کو بلا کر فرمایا کہ جاؤ خدا نے تمہیں طفیل محمدؐ کا عطا فرمایا ہے۔

۴۶۔ ایک صاحب نے واقعہ سنایا کہ ایک صاحب پر کیس بن گیا انہوں نے حضور سے عرض کی کہ دعا کریں خدا خیر کرے۔ آپ نے فرمایا کہ جس طرح جج آپ سے مخاطب ہو وہی الفاظ آپ دہراتے جانا خدا خیر کرے گا چنانچہ وہ صاحب بے خوف ہو کر پیش ہو گئے جج نے جو سوالات کیے ان صاحب نے بھی وہی سوالات دہرائے۔ وہ جواب کی بجائے جج کے الفاظ کو لوٹا دیتے۔ آخر جج صاحب زچ ہو کر کہنے لگے یہ ملزم ٹھیک نہیں ہے بری کیا جاتا ہے۔ وہ صاحب با عزت گھر واپس آ گئے۔

۴۷۔ جناب نور احمد صاحب مرحوم ننکانہ والے ایک مرتبہ بتا رہے تھے کہ میرے برادری کے کچھ افراد مخالف ہو گئے۔ خطرہ بن گیا میں نے حضور کی خدمت میں عرض کیا تو آپ نے فرمایا کہ ایک ڈنڈا ہاتھ میں رکھا کریں۔ حضور نے فرمایا کہ آتے جاتے رہا کریں۔ کچھ نہیں ہوگا۔ چنانچہ میں ایک ڈنڈا سا ہاتھ میں رکھتا اور اکیلا ہی آتا جاتا رہا۔ مخالفین کو کوئی غلط قدم اٹھانے کی جرات نہ ہوئی۔

۴۸۔ ڈاکٹر عبدالرحمٰن صاحب بتاتے ہیں کہ میں سخت بیمار ہو گیا۔ ڈاکٹر میری ٹانگیں ہی کاٹنے پر تلے ہوئے تھے۔ حضور کی دعا و برکت سے اللہ تعالیٰ

نے شفادی ورنہ میں آج اپاہج ہوتا۔

۴۹۔ نور احمد صاحب ننکانہ والے بتاتے ہیں کہ ہمارے دیہات میں پانی کے ایک موگے کا چکر چل رہا تھا۔ کچھ لوگ مقررہ جگہ پر لگائے جانے پر رکاوٹ ڈال رہے تھے میں نے حضور سے عرض کی۔ آپ نے غالباً کھوکھر صاحب سے فرمایا جو غالباً وزیر تھے کہ اس مسئلہ کو حل کرو۔ چنانچہ جہاں ہم کہتے تھے وہیں موگا تعمیر ہوا۔ حضور کی مہربانی اور دعا و برکت سے حالانکہ بظاہر حالات ممکن نہیں تھے سازگار نہیں تھے کہ یہاں موگا لگ سکتا ہے۔

۵۰۔ نور احمد صاحب مرحوم حضور کے عاشق تھے ہر جگہ حضور کا ذکر خیر ہی کرتے رہتے۔ ان کی محفل معلومات سے مزین اور پر کیف ہوتی تھی۔ ایک مرتبہ اس عاجز کو انہوں نے بتایا کہ حضور تمام کائنات کے پیر ہیں۔ بلکہ پیروں کے پیر۔ ان کی پیری کوئی عام رسمی ورواجی نہیں ہے۔ حضور کے حوالے سے انہوں نے بتایا کہ حضور فرمایا کرتے کہ ہم نے اس عربی لاڑھے کے ساتھ سفر کیا ہے۔ یہ انہوں نے راز کی بات کی۔ کہ جس طرح لاڑھا بارات کے بغیر نہیں پھبتا اسی طرح ہم معراج کے سفر میں ساتھ تھے۔

۵۱۔ ایک مرتبہ نور احمد صاحب مرحوم بتا رہے تھے کہ میں نے حضور سے عرض کی کہ آپ شہنشاہِ ولایت ہیں آپ اولیاء اللہ کی ڈیوٹیاں لگاتے ہیں کیا ہمارے ننکانہ میں بھی کوئی صاحب ڈیوٹی پر مامور ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ

منڈی کے بڑے دروازے کے پاس ایک سخت جان لمبے سے صاحب بیٹھے ہوتے ہیں ان کی وہاں ڈیوٹی لگی ہوئی ہے۔ میں ننکانہ میں واپس آیا تو اس صاحب کو تلاش کیا وہ کسی سے بات نہیں کرتے تھے۔ ذرا جلالی کیفیت کے حامل تھے۔ میرے ملاقات کرنے پر انہوں نے میرے سلام کا جواب دیا اور بڑے پیار سے ملے۔ اور باتیں کرتے رہے۔ میں نے کہا کہ بھلا پتہ ہے میں کہاں سے آیا ہوں انہوں نے کہا آپ کو ہمارے بادشاہ نے بھیجا ہے وہ ہمارے بادشاہ ہیں ہمارا انہیں سلام کہنا میں ان کو سلام کر کے اٹھ گیا۔

۵۲۔ نور احمد صاحب مرحوم نے ایک واقعہ سنایا کہ مینار پاکستان کے پاس دیوار کے ساتھ ایک جلالی بزرگ رہتے تھے جو لوگوں کو سخت سست کہتے رہتے۔ میں نے حضور سے عرض کی کہ میں ان سے ملاقات کرنا چاہتا ہوں اگر اجازت ہو تو۔ آپ نے فرمایا کہ جاؤ۔ احترام سے پیش آنا۔ میں سائیکل پر ہی وہاں جا پہنچا۔ ان صاحب سے ملا میرے سلام کا جواب انہوں نے اچھے انداز میں دیا۔ کوئی گرم سرد بات نہیں کی بلکہ جمالی کیفیت سے میرے ساتھ پیش آئے۔ ورنہ وہ کسی کو نزدیک ہی نہیں پھٹکنے دیتے تھے۔ میں سلام کر کے واپس آ گیا حضور نے دریافت فرمایا کہ انہوں نے کچھ کہا تو نہیں۔ میں نے عرض کی کہ آپ کی مہربانی سے وہ اچھے طریقے سے ملے ہیں۔

۵۳۔ حاجی سلطان احمد صاحب ایک مرتبہ فرمارہے تھے کہ میری والدہ

وفات پا گئیں۔ حضور نے ان کے وصال کے بعد فرمایا کہ حاجی صاحب کی والدہ محرمہ کو بخش دیا گیا ہے۔ غالباً عالم اعراف کا مشاہدہ بتایا۔ اس طرح والدہ صاحبہ کی بخشش کی خوشخبری وصال کے فوراً بعد مل گئی۔

۵۴۔ حافظ نور حسن اعوان صاحب فرما رہے تھے کہ کچھ مولوی حضرات امتحاناً آپ کے پاس آئے آپ سے سوال در سوال کرتے رہے کہ نماز کیا ہے اس کا فائدہ اور لب لباب کیا ہے آپ نے مختصر جواب ارشاد فرمایا کہ نماز کا مفہوم اور لب لباب یہ ہے کہ اللہ کو سجدہ اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو سلام بس۔ وہ چپ ہو کر اٹھ گئے۔

۵۵۔ حافظ نور حسن صاحب کی سائیکل ڈیرہ پاک سے گم ہو گئی۔ حضور سے عرض کی تو آپ نے فرمایا کہ بس شکایت نہ کرو کسی صاحب کو ضرورت ہو گی تو وہ لے گیا آپ نئی سائیکل لے لیں۔ نئی سائیکل کے لیے رقم بھی عطا فرمائی۔ اس وقت وہ مرید والا میں درس میں پڑھتے تھے۔

۵۶۔ حضور ملیریا اور پرانے بخاروں کے علاج بالغذا آم سے فرماتے تھے پختہ آم کو پانی میں نچوڑ کر چینی سے میٹھا کر کے مریض کو پلایا جاتا۔ پیر علی محمد صاحب جو کہ ڈاکٹر ہیں انہوں نے اس کی توجیح یہ فرمائی کہ پرانے بخار سنکھیا وغیرہ سے ٹھیک ہو جاتے ہیں۔ ویسے بالدوا سنکھیا نقصان کا باعث ہوتا ہے۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے آم میں سنکھیا کے اثرات رکھے ہیں جو غذائیت کے ساتھ

دوائی کا کام دیتا ہے۔ بجائے نقصان کے فائدہ ہوتا ہے۔ حالانکہ اس بات کا عام طور پر کئی حضرات کو علم ہی نہیں ہے کہ اس میں حضور کی کیا حکمت کارفرما تھی۔ یہ شربت لذیذ اور صحت بخش غذا بھی ہے دوا بھی ہے۔ عام حکماء صرف رنگ اور ذائقہ سے واقف ہوتے ہیں فوائد سے نابلد ہوتے ہیں ہر چیز میں غیب رکھا گیا ہے بزرگان دین طبیب جسمانی بھی ہوتے ہیں اور طبیب روحانی بھی۔ ان کو فوائد کا علم ہوتا ہے کہ کس پھل میں کیا فائدہ اور تاثیر ہے۔

۵۷۔ جناب غلام رحمٰن سیکرٹری صاحب نے فرمایا کہ حضور فرماتے ہیں کہ انسان اربعہ عناصر کا مجموعہ ہے۔ جس میں آگ، مٹی، ہوا اور پانی شامل ہیں۔ انسان کی کم عقلی ہے کہ یہ اپنے ہی وجود کے جزو کو بت بنا کر یا بت کی شکل میں معبود ٹھہرا لیتا ہے جبکہ انسان کُل ہے اور یہ جزو ہیں۔ اپنے جزو کی عبادت کر کے انسان اپنے مقام کو گھٹا دیتا ہے۔ سب کچھ انسان کے لیے بنایا گیا ہے اور انسان کو اللہ کے لیے بنایا گیا ہے۔

یہ جہاں ہے تیرے لیے تو نہیں جہاں کے لیے

۵۸۔ سنا ہے کہ حضور نے جناب نور احمد صاحب مرحوم کی والدہ ماجدہ اور محترمہ بانو قدسیہ کے متعلق فرمایا کہ یہ مرد ہیں یعنی یہ مردوں جیسا مقام رکھتی ہیں۔

۵۹۔ حضرت امام مہدیؑ کے متعلق آپ نے فرمایا کہ وہ ضرور آئیں گے

ہماری جماعت ان کے ساتھ ہوگی۔

۶۰۔ حضرت نیاز احمد ہردمؒ کے متعلق سنا ہے کہ انہیں مشاہدہ ہوا کہ انہوں نے حضور کو مقام محمود پر دیکھا ہے۔ یہ مشاہدہ جب حضور کی خدمت میں عرض کیا تو حضور نے انعام سے اسطرح نوازا کہ فرمایا حضرت نیاز احمد ہردم صاحب کی جو قبر مبارک کو بھی دیکھ لے گا وہ جنتی ہوگا۔ یہ بہت بڑا شرف ہے جو بزرگان دین کے طفیل اللہ نے ان کو عطا فرمایا۔

۶۱۔ ایک کیسٹ میں حضور کا بیان مبارک ریکارڈ ہے آپ فرماتے ہیں کہ ننگے سر کھانا کھانا منع ہے۔ جنت میں ننگے سر جانے کی اجازت ہی نہیں ہے۔کھانا اپنے آگے سے ہی کھانا چاہیے اور بسم اللہ شریف پڑھ کر کھانا چاہیے۔ اس طرح ساتھ نام اللہ کے ہوگا۔ اس طرح ہاتھ کا بھی شکریہ ادا ہوجائے گا۔ اگر بسم اللہ شریف کے بغیر کھانا کھایا جائے گا تو بے برکتی ہوگی۔ اورحساب کتاب گلے پڑے گا۔ اگر بسم اللہ سے کھانا شروع کرو گے تو حساب سے پاک رہو گے جتنا کھانا کھانا چاہتے اس سے آگاہ کرو تا کہ کھانا ضائع نہ ہو۔ ضائع ہوگا تو بے برکتی ہوگی اس لیے کھانے کی چیزوں کو ضائع نہیں کرنا چاہیے۔ ایک مرتبہ سنا کہ حضور فرماتے کہ برتن اتنا صاف کردیا جائے کہ اس میں پانی پیا جاسکے یعنی جس برتن میں سالن کھایا جائے اس کو اچھی طرح صاف کیا جائے۔ حتیٰ کہ اس سے پانی پیا جاسکے۔ آپ نے اسی بیان میں فرمایا ہے

کہ تمہاری فیکٹریاں اور زمینیں سب لے لی جائیں گی۔ اس لیے یہ جوڑا ہوا کس کام آئے گا اس لیے بھوکوں کو کھلاؤ، ننگے کو لباس دو، پاؤں سے ننگے حضرات کو جوتا مہیا کرو۔ کبھی کبھی ننگے بھی پھرا کرو تا کہ جن کے پاؤں میں جوتا نہیں ان سے مشابہت ہو جائے اور ان کا خیال بھی آ جایا کرے۔ جوڑ جوڑ کر رکھنے والا مر جاتا ہے دوسرے لوٹ کر لے جاتے ہیں حساب کتاب جوڑنے والے کے گلے پڑ جاتا ہے۔

۶۲۔ جناب ڈاکٹر نذیر احمد فاضلی صاحب ایک مرتبہ فرما رہے تھے کہ حضور فرمایا کرتے کہ جتنا سکھ اور آسانی ہمیں بابا روڈے شاہ صاحب کے ہاں مہیا ہوتی ہے کسی اور جگہ نہیں جب حضور ان کے ہاں تشریف لے جاتے وہ ہمیشہ ننگے پاؤں حاضر رہتے۔ ادب سے حکم بجالاتے۔ دیسی گھی کے ٹین بھر کر تیار رکھتے جو لنگر کے کام آتے۔ حضور ان سے بہت خوش تھے۔ بابا روڈے شاہ صاحب کے چھوٹے صاحبزادے جناب فاروق احمد صاحب فرماتے ہیں کہ والدین کے وصال پر اتنی یتیمی محسوس نہیں ہوئی جتنی حضور کے وصال پر محسوس ہوئی۔ آپ کے زیر سایہ رحمتیں اور برکتیں نازل ہوتی رہیں۔ اب بھی ہیں۔

۶۳۔ ایک مرتبہ نور احمد صاحب مرحوم بتا رہے تھے کہ پہلے پہل جب میں بیعت ہوا تو وسیع پیمانے پر لنگر کی تقسیم دیکھ کر بہت متاثر ہوا۔ دل میں سوچا ہمیں بھی لنگر میں حصہ ڈال کر مدد کرنی چاہیے۔ بابا جی کا خرچ بہت ہوتا ہے کچھ نہ

کچھ ہمارے دینے سے سہارا ہو جائے گا۔ چنانچہ چھوٹے بوروں میں گندم ڈال کر اس ارادہ سے ننکانہ سے چلا کہ اس کو پسوا کر آٹا خدمت میں حاضر کروں گا۔ جب اڈا کے قریب آیا ایک لاہور کو جانے والی بس کے کنڈیکٹر نے دیکھ کر کہا کہ کہاں جانا ہے میں نے کہا لاہور جانا ہے اس نے کہا اس سامان کو بس میں رکھو۔ میں نے کہا کہ آٹا پسوا کر لے جاؤں گا۔ اس نے کہا کہ لاہور جا کر پسوا لینا اسی طرح رکھ دو۔ بس جا رہی ہے۔ چنانچہ کنڈیکٹر کی مدد سے گندم بس میں لادی لاہور ڈیرہ پاک پر پہنچ کر گندم رکھ دی۔ حضور کو جب پتہ چلا کہ لنگر کے لیے گندم آئی ہے۔ آپ نے گندم مختلف کپڑوں میں ڈال کر فرمایا کہ یہ گندم فلاں بیوہ کو دے آؤ یہ فلاں کے گھر دے آؤ۔ ساری گندم اسی طرح تقسیم فرمادی۔ اور اپنے پاس سے رقم دے کر چکی سے آٹا منگوا کر لنگر چلا دیا۔ اور مجھے سمجھا دیا گیا کہ یہ لنگر کا انتظام غیب سے ہو رہا ہے۔ ہماری گندم کے سہارے ہی نہیں لنگر چلتا۔ اور یہ بات سمجھ مین بیٹھ گئی کہ حضور نے گندم میرے سامنے کیوں تقسیم فرمائی۔

۶۴۔ رحمت اللہ صاحب ونجاری والے بتاتے ہیں کہ میرا گاؤں کے کچھ لوگوں سے جھگڑا ہو گیا مجھے چوٹیں آئیں ۔ دوسرے دن پیر رضا حسین صاحب میرے پاس پہنچ گئے اور فرمایا کہ ہمیں رات خواب میں حضور نے فرمایا کہ رحمت اللہ صاحب کے پاس پہنچو اس کو مدد کی ضرورت ہے۔ پھر پیر رضا

حسین صاحب نے دوسرے دوستوں کو کہا سنا کہ تمہارے ہوتے ہوئے رحمت اللہ سے یہ واقعہ ہو گیا۔ لوگ اسے تنگ کر رہے ہیں اور تمہیں خبر نہیں ہے جبکہ
ہمیں لاہور میں خبر ہو گئی ہے۔ کچھ تو خیال کیا کرو پھر یہ معاملہ رفع دفع ہوا۔

۶۵۔ حافظ نذر السلام صاحب کے متعلق سنا ہے کہ دوسرے مسالک کے لوگ ان کو مناظرہ وغیرہ کی دعوت دیتے تو آپ خط کے ذریعے یا کسی کے ذریعے حضور کو اطلاع کر دیتے۔ حضور فرماتے فکر نہ کریں کچھ نہیں ہو گا۔ چنانچہ مخالفین کو میدان میں آنے کی جرات ہی نہ ہوتی تھی یعنی غیبی انتظام فرما دیتے تھے۔

۶۶۔ حضور نے ایک مرتبہ فرمایا کہ پنجتن پاک دو طرح کے ہیں ایک خلوت کے دوسرے جلوت کے۔ خلوت کے پنجتن پاک حضور نبی کریم ﷺ اور چاروں خلفائے راشدین اور جلوت کے پنجتن پاک حضرت نبی کریمؐ حضرت علیؓ، حضرت فاطمہؓ اور حسنین کریمینؓ ہیں۔ حضرت علیؓ کو یہ شرف حاصل ہے کہ آپؓ خلوت اور جلوت دونوں طرف موجود ہیں۔ باقی خلفائے راشدین خلوت کا ہی مقام رکھتے ہیں۔ اس لیے حضرت علیؓ کا مقام سب سے نرالا ہے۔ حضرت علیؓ کے بارے میں جو تاریخی حقائق ہیں وہ کچھ اس طرح ہیں کہ آپ تین سلاسل کے سرخیل ہیں، قادری، چشتی اور سہروردی آپ کے زیر سایہ ہی

چل رہے ہیں ۔ اور نقشبند سلسلہ کے سرخیل حضرت ابوبکر صدیقؓ ہیں ۔ حضورﷺ نے فرمایا کہ حضرت علیؓ کو دیکھنا عبادت ہے۔ میںؐ اور علیؓ ایک ہی نور سے ہیں۔ جس کا میں مولا ہوں اس کا علیؓ مولا ہیں۔ آپؓ جنت میں حوضِ کوثر پر حضورؐ کے ساتھ ہوں گے ۔ یعنی ساقی کوثر کا بھی مقام رکھتے ہیں ۔ منافق کے دل میں حضرت علیؓ کی محبت نہیں آ سکتی ۔ بعض صحابہ کرامؓ فرماتے ہیں کہ ہم حضرت علیؓ کے ساتھ محبت اور نفرت سے ایمان اور منافقت کا معیار سمجھ جاتے تھے ۔ جو آپؓ سے محبت کرتا وہ مسلمان اور جو نفرت کرتا وہ منافق ہوتا اور حقیقت میں ایسا ہی ہوتا۔ آپؓ کا حضرت خدیجہؓ سے بطور داماد تعلق تھا جو کہ جنت کی عورتوں کی سردار ہیں۔

حضور ﷺ سے چچا زاد بھائی اور داماد کی نسبت تعلق بھی تھا جو کہ اشرف الانبیاء ہیں اور ساقی کوثر اور مالک جنت ہیں۔ آپؓ حضرت فاطمہؓ سے تعلق رکھتے تھے۔ جو کہ آپؓ کی زوجہ محترمہ اور جنت کی عورتوں کی سردار ہیں۔ آپؓ حسنین کریمینؓ کے والد ماجد تھے جو کہ جوانان جنت کے سردار ہیں۔ اتنے شرف کسی اور شخصیت کو حاصل نہیں ہیں ۔ اسی طرح حضور ﷺ نے فرمایا جو حضرت علیؓ کو خدا بنائے گا وہ بھی خسارہ میں ہے جو ان سے منافقت کرے گا ان کا مرتبہ گھٹائے گا وہ بھی خسارہ میں رہے گا۔ جیسا کہ حضرت عیسیٰؑ کو کسی نے خدا اور خدا کا بیٹا بنا دیا وہ بھی خسارے میں رہے کسی

نے ان کو پھانسی تک دینے کی کوشش کی۔ کفر کا فتویٰ لگایا وہ بھی خسارے میں رہے اسی طرح حضرت علیؓ سے بھی ایسا ہی سلوک کیا جا رہا ہے۔ آپؓ کا مقام انوکھا ہے۔

جنگ خندق میں کفار کے سردار عمرو بن عبدود کو قتل کرنے پر حضورﷺ نے فرمایا کہ حضرت علیؓ کی یہ ایک نیکی تمام کائنات کی عبادت سے بہتر ہے۔ حضورؐ نے اس جنگ میں اپنا پرچم، اپنا عمامہ مبارک اور تلوار عنایت فرمائی۔ حالانکہ کسی اور صاحب کو اس کافر کے سامنے جانے میں ہچکچاہٹ محسوس ہو رہی تھی۔ یہ شرف حضرت علیؓ کو حاصل ہوا۔ غزوہ خیبر میں کئی صحابہ کرامؓ نے خیبر کا قلعہ فتح کرنے کی کوشش کی۔ لیکن معاملہ جوں کا توں رہا۔ چنانچہ حضورؐ نے فرمایا کل ہم ایسے صاحب کو پرچم دیں گے جس کے ہاتھ یہ قلعہ فتح ہوگا اور وہ اللہ کو اور رسولؐ کو محبوب ہوگا اور اسے اللہ اور رسولؐ محبوب ہیں۔ دوسرے دن کئی حضرات کو یہ تمنا تھی کہ یہ شرف ہمیں مل جائے یا ہمیں یہ شرف ملنے والا ہے لیکن یہ شرف حضرت علیؓ کو ہی حاصل ہوا۔ آپؓ کی آنکھیں دکھ رہی تھیں۔ حضورؐ نے لعاب مبارک لگایا آنکھیں درست ہوگئیں آپؓ نے ڈھال کے ٹوٹنے پر دروازہ کو ڈھال بنایا ایک ہاتھ سے دروازہ پکڑے رکھا اٹھائے رکھا دوسرے ہاتھ مبارک سے تلوار چلاتے رہے اور قلعہ فتح ہوا۔ مرحب جو کئی پہلوانوں کی طاقت رکھتا تھا آپؓ کے ہاتھوں جہنم رسید ہوا اس دروازے کو

چالیس آدمی اٹھا سکتے تھے۔ جو حضرت علیؓ نے ایک ہاتھ سے اٹھائے رکھا اور ڈھال کا کام لیا۔ عمرو بن عبدود ایک ہزار پہلوانوں کے برابر طاقتور تصور کیا جاتا تھا جو حضرت علیؓ کے ہاتھ جہنم رسید ہوا۔

حضورؐ نے فرمایا کہ میں علم کا شہر ہوں اور حضرت علیؓ اس کے دروازہ ہیں یعنی آپؓ کو علوم کا خزانہ عطا فرمایا گیا۔ حضرت عمرؓ فرماتے ہیں اگر حضرت علیؓ ہم میں نہ ہوتے تو ہم ہلاک ہوگئے ہوتے۔ ہر معاملہ اور مسئلہ میں اور فیصلہ میں آپؓ کا تعاون اور علمی مدد حاصل کی گئی۔ حضورؐ نے فرمایا کہ علم کے دس حصے ہیں نو حضرت علیؓ کو ملے ہیں۔ حضرت علیؓ نے فرمایا کہ کوئی پوچھو، زمین کی پوچھو، آسمان کی پوچھیں، سب بتائیں گے۔ حالانکہ حضرت نبی کریمؐ کے بعد اتنا بڑا دعویٰ کسی نے نہیں کیا۔

حضرت علیؓ نے سب سے پہلے حضورؐ کی اقتدا میں آپؐ کے ساتھ نماز ادا کی اور ہمیشہ ادا فرماتے رہے۔ آپؓ ایک رکاب میں پاؤں مبارک رکھ کر گھوڑے پر سوار ہوتے وقت دوسری رکاب میں پاؤں رکھنے تک قرآن پاک ختم کر لیتے۔ یہ بھی آپؓ کی انوکھی کرامت اور طاقت ہے۔ حضورؐ نے فرمایا جو حضرت علیؓ کا دشمن ہے وہ میرا دشمن ہے جو ان کا دوست ہے وہ میرا دوست ہے۔ یہ اس لیے سب کچھ لکھا جا رہا ہے کہ یہ ہمارے صاحب کے سلسلہ قادریہ کے سرخیل ہیں اور ہر سلسلہ اپنے بڑے پر ناز کرتا ہے۔ اس لیے ان کی شان

بیان کی جا رہی ہے۔

غزوہ تبوک میں آپؓ شامل نہ ہو سکے۔ باقی ہر غزوہ میں شامل رہے۔ حضورؐ نے آپؓ کو اپنا نائب بنا کر مدینہ میں رہنے دیا۔ اور فرمایا حضرت علیؓ میرے لیے اسی طرح ہیں کہ جس طرح حضرت موسیٰؑ کے ساتھ حضرت ہارونؑ تھے۔ آپؓ وزیر حضوری ہیں۔

معراج شریف کی رات حضورؐ کو اللہ کی طرف سے سیاہ جبہ مبارک عطا ہوا۔ جو فقیری کا لباس تھا۔ کیونکہ حضورؐ فرماتے ہیں کہ مجھے فقر پر فخر ہے اور فقر مجھ سے ہے وہ جبہ مبارک حضرت علیؓ کو عنایت فرمایا گیا۔

حضورؐ نے اعتراض کرنے والوں سے فرمایا کہ حضرت علیؓ خدائی فوج کے فوجدار ہیں ان کے معاملہ میں اعتراض نہ کرو۔ آپؓ امام الاولیاء ہیں۔ فقر کے سرخیل ہیں۔ حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ مجھے علم ہے کہ جس نے گمراہ ہونا ہے اور کون ہدایت پر ہوگا اور جو سو دفعہ گمراہ ہوگا اس کا بھی علم ہے آپؓ واقعی باب علم ہیں۔

آپؓ کو یہ شرف حاصل ہے کہ حضورؐ کی گود مبارک میں پلے بڑھے بلکہ جب تک حضورؐ کے چہرہ انور پر نظر نہیں گئی پیدائش کے بعد آنکھیں ہی نہ کھولیں۔ آپؓ سے علم کی تحصیل کی اور علم الٰہی کے وارث ہوئے۔ فقر کے وارث ہوئے۔ حضورؐ کے وصال مبارک کے زمانہ کے قریب کا وقت حضورؐ

سے خلوت میں زیادہ گزرا۔ رازونیاز کی باتیں ہوتی رہیں۔ مقامِ فقر سے نوازے گئے۔

آپؓ کو یہ شرف بھی حاصل ہے کہ کعبہ شریف میں پیدائش ہوئی کسی اور کو یہ شرف حاصل نہیں اور مسجد میں شہید ہوئے یعنی پیدائش کعبہ میں اور شہادت مسجد میں۔

حضور ﷺ کو ابوالقاسم کنیت سے پیار تھا اور حضرت علیؓ کو حضورؐ کی عطا کردہ کنیت ابوتراب سے زیادہ پیار تھا۔ حضورؐ کی طرح حضرت علیؓ نے بھی اپنی ذات کے لیے کسی سے بدلہ نہ لیا۔ حتیٰ کہ ایک جنگ میں ایک کافر سردار کو گرا کر اس کے اوپر بیٹھ گے۔ قتل کرنے ہی لگے تھے کہ اس نے آپؓ کے چہرہ انور پر تھوک دیا۔ آپؓ نے اس پر اس کو چھوڑ دیا کہ مبادا یہ ذاتی انا کا مسئلہ نہ بن جائے۔ وہ کافر یہ اخلاق دیکھ کر مسلمان ہوگیا۔ آپؓ عشرہ مبشرہ میں بھی شامل ہیں۔ حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ دنیا میں ایسے کسی فرد کو میں نہیں جانتا۔ جس نے مجھ سے پہلے نبی کریم کو اللہ کا رسول تسلیم کیا ہو اور ان کی اقتدا میں نماز ادا کی ہو۔ یَا عَلِیُّ یَا مُحَمَّدُ ﷺ

آپؓ ہی ہیں جنہوں نے سب سے پہلے حضورؐ کی حمایت اور ہر معاملہ میں ساتھ رہنے اور مدد کرنے کا اعلان کیا۔ حالانکہ آپ اس وقت کم عمر تھے۔

حضرت علیؓ سے پوچھا گیا کہ کسی رات سکون سے بھی آپؓ سوئے ہیں

آپؒ نے فرمایا ایک رات جب حضورؐ نے ہجرت فرمائی ۔ میں آپؐ کے بستر مبارک پر تنہا سویا ۔ ایسی بے فکری اور سکون کی نیند کبھی نہیں آئی ۔ جیسی اس وقت اس رات کو آئی ۔

نمازِ عشق ادا ہوتی ہے تلواروں کی چھاؤں میں

جس طرح حضور ﷺ کے بعد حضرت علیؓ نے دعویٰ فرمایا کہ کوئی پوچھو زمین کی پوچھو آسمان کی پوچھو سب بتائیں گے ایسا دعویٰ کسی اور صاحب نے حضورؐ کے بعد نہیں کیا اسی طرح حضرت فضل شاہ قطب عالمؒ نے بھی فرمایا کہ کوئی پوچھو زمین کی پوچھو آسمان کی پوچھو ۔ سب کو اجازت ہے ۔ سب بتائیں گے یہ دعویٰ ہر کس و ناکس کے بس کی بات نہیں ہے ۔ یہ صرف وہی حضرات دعویٰ کر سکتے ہیں ۔ جنہیں خاص علم عطا فرمایا گیا ہو اور یہ حقیقت ہے کہ دین و دنیا کے سب مسائل کا آپؒ نے حل فرمایا سب کا جواب دیا ۔

۶۷ ۔ ایک مرتبہ حضرت پیر رضا حسین صاحب بلالی جمالیؒ نے ساہیوال میں عرس مبارک کے موقع پر بیان فرمایا ۔ کہ اسمائے الٰہی میں یاودود کے سوائے باقی تمام اسمائے الٰہی ذاتی ہیں یا صفاتی ہیں ۔ یاودود ایک ایسا اسم مبارک ہے جو ذاتی بھی ہے اور صفاتی بھی ۔

اسی طرح دوسرے اسمائے الٰہیہ یا تو خلوت میں اثر انداز ہوتے ہیں یا جلوت میں ۔ جبکہ یاودود خلوت و جلوت میں ایک سا اثر انداز ہوتا ہے اس

لیے حضور فرماتے ہیں کہ یاودود اسم اعظم ہے۔اس کے متعلق تحقیق کی تو یہ بات علم میں آئی۔ کہ حدیث قدسی ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ میں چھپا ہوا خزانہ تھا۔ میں نے چاہا کہ میں پہچانا جاؤں، پس میں نے محبت سے کائنات کو پیدا کیا۔

سوائے ودود کے اور کوئی اسم الٰہی نہیں جو محبت کے معنی دے اس سے روشن ہوا۔ کہ جب اللہ تعالیٰ نے کائنات کو محبت سے پیدا فرمایا اس وقت اسم ودود ہی جلوہ گری کر رہا تھا۔اسی لیے یہ اسم اعظم ہے جو تمام کائنات کو جلوت و خلوت میں کنٹرول کر رہا ہے۔اسم ودود کا مترادف اسم رحیم ہے۔ بندہ جب خدائی صفات کو اختیار کر کے ودود ہو جاتا ہے تو اس کی کایا پلٹ جاتی ہے۔ایک مرتبہ حضرت رسول کریم ﷺ نے حضرت علیؓ سے فرمایا کہ آپؓ کو ایک ایسا عمل بتاتا ہوں جو تمہیں مقربین سے بھی زیادہ محبوب و مقرب بنا دے۔ وہ اسی ودودی صفت کا اظہار ہے۔ کہ آپؐ نے فرمایا جب کوئی برا سلوک کرے تو اس سے نیک سلوک کر۔ جو نہ دے، اس کو دو ظلم کرنے والوں کو معاف کرو۔

فقیرا دنیا بھونکنی نت اٹھ بھونکے کون
کنیں بجے لے لا پھر سنے گا کون

دنیا غرض و غایت کے تحت بولتی ہے اللہ والے عطائے حال سے بولتے ہیں دوسروں کے بھلے کو بولتے ہیں۔ کیونکہ بولنے کے تین مقام ہیں۔

ایک فضول بے فائدہ بولنا ہے یہ بھی منع ہے۔ایک کسی کو نقصان اور آزار پہنچانے کے لیے بولنا ہے یہ بھی منع ہے۔تیسرے کسی کے فائدہ کے لیے بولنا ہے۔بس یہ مقام بولنے کا ہے باقی سب غیر بولیاں ہیں۔اللہ تعالیٰ ودودی صفات عطا فرمائے۔خیر کے در پر رہنے کا شرف عطا فرمائے۔دوری سے دور رکھے حضوری کا شرف عطا فرمائے۔بزرگانِ دین کی محبت عطا فرمائے۔آمین

۶۸۔ اس عاجز کا داخلہ پی ٹی سی کے کورس کے لیے ہونا تھا۔عمر سات ماہ زائد تھی۔اس لیے سیکرٹریٹ سے رعایت حاصل کرنی پڑی۔پہلی مرتبہ ڈیرہ پاک پر اس معاملہ کے لیے جاتے وقت حاضر ہوا۔حضرت پیر رضا حسین بلالی جمالیؒ سے عرض کی کہ یہ معاملہ ہے آپ نے صبح دوست محمد صاحب اور حافظ منور حسین صاحب کو ساتھ بھیجا۔کہ اس کا مسئلہ حل کروا کر آئیں۔سیکرٹریٹ پہنچے تو پتہ چلا کہ یہ معاملہ فیصل آباد سے حل ہوگا میں فیصل آباد آ گیا۔وہاں سے پتہ چلا کہ جس سکول میں داخلہ ہونا ہے اس کو اختیار مل گیا ہے ایسے ہی داخلہ ہو جائے گا۔میں کمالیہ سکول میں آ گیا۔وہاں سے پتہ چلا کہ یہ معاملہ سیکرٹریٹ میں ہی حل ہوگا۔بندہ پھر ڈیرہ پاک پر حاضر ہوا۔پیر صاحب سے عرض کی صبح آپ نے میرے کاغذات کا پلندہ اٹھا کر ہوا میں دو تین چکر روضہ پاک کی طرف کر کے دیئے اور فرمایا کہ سیدھے سیکرٹریٹ میں بلا جھجک داخل ہو جانا ہاف ڈے ہے۔اللہ تعالیٰ خیر کریں گے۔بزرگانِ دین کے طفیل۔اس

مرتبہ ساتھ کسی کو نہ بھیجا۔ بندہ حکم کے مطابق روضہ مبارک پر سلام کر کے سیکرٹریٹ جا پہنچا۔ ہلکی ہلکی پھوار پڑ رہی تھی۔ گیٹ کیپر ایک شخص کو روک رہا تھا کہ اندر ابھی داخل نہ ہو موقع غنیمت جانا اور اللہ کا نام لے کر بزرگان دین کو یاد کر کے سیدھا اندر داخل ہونے لگا تھوڑا سا آگے گیا تو اس گیٹ کیپر کی نظر مجھ پر پڑی وہ آوازیں دے کر روک رہا تھا میں نے ایک نہ سنی بے دھڑک اندر داخل ہو گیا اور بڑھتا چلا گیا وہ چیختا رہ گیا جب مطلوبہ کمرہ کے سامنے گیا میرے جیسے کئی خواتین وحضرات سائل کی صورت کھڑے تھے۔ آدھا دن تھا بارہ بجے سے قبل کام ہونے کی امید نہ تھی۔ بارہ بجے کے بعد دفتر بند ہو جانا تھا اللہ کا نام لے کر درخواست گزار دی۔ دوسرے حضرات بھی درخواستیں جمع کروانے لگے۔ کافی دیر بعد ایک کاغذ پر پانچ چھ افراد کا نام ٹائپ ہو کر ہمیں مل جاتا کہ فوٹو کاپی کروالیں۔ اور دوبارہ داخل کریں۔ ہم نے ایسا ہی کیا ہر ایک کو بارہ بجے سے قبل ایک ایک کاغذ پر آسانی سے دستخط ہو کر آرڈر ل گیا۔ سیکرٹریٹ کو خیر باد کہا اور سکول والوں کے پاس وہ کاغذ جمع کروا دیا۔ میرا درخواست والا پلندہ ردی میں پھینکا ہوا تھا۔ وہ وہاں سے برآمد کروا کر لسٹ میں مقررہ جگہ پر نمبر درج کروایا۔ اور نہایت آسانی سے بزرگان دین کی دعا و برکت سے داخلہ ہو گیا۔ اور بڑی آسانی سے کورس بھی ہو گیا۔ اور سروس بھی ساتھ ہی فارغ ہوتے ہی مل گئی۔ اب ماشاء اللہ بزرگانِ دین کی دعا و برکت

سے سروس احسن طریقہ سے جاری ہے۔

۶۹۔ ایک مرتبہ ساہیوال میں عرس مبارک کے موقع پر ایک صاحب کے پاؤں پر بچھو نے ڈنگ کر دیا۔ ان کو شدید تکلیف ہو رہی تھی۔ پیر رضا حسین صاحب بلالی جمالیؒ لنگر مبارک کی نگرانی فرما رہے تھے جوں ہی آپ کو معلوم ہوا وہیں سے کوئی چیز بڑے سے رومال کے کونے پر باندھی اور ایک گلاس پانی میں بھگو کر اس صاحب کو سیدھے لٹا کر ان کی آنکھ میں تین چار قطرے پانی کے ٹپکا دیے۔ جس طرف بچھو نے ڈنگ کیا تھا اس سے دوسری طرف والی آنکھ میں یہ عمل کیا گیا۔ آپ یہ کام کر کے وہاں سے اٹھ کر دوبارہ لنگر کی طرف چلے گئے۔ اس صاحب کو فوری طور پر آرام محسوس ہونے لگا۔ تین چار منٹ بعد ان کو نہ درد رہا نہ کوئی سوزش نہ سوجن تھی۔ ہم نے پیر صاحب سے اس عمل کے وقت پوچھا تھا کہ اس رومال میں کیا اکسیر باندھی ہوئی ہے۔ آپ نے وہ گانٹھ سی کھول کر دکھائی صرف نمک کی ایک ڈلی تھی۔ گویا یہ بائیو کیمک علاج ہوا جو نمکیات سے کیا جاتا ہے۔ دراصل یہ بزرگان دین کے ہاتھ مبارک کا کمال ہے کہ وہ معمولی چیزوں سے بھی بڑا کام لے لیتے ہیں۔

۷۰۔ حضرت پیر رضا حسین صاحب بلالی جمالیؒ نے میرے ماموں کو فرمایا تھا کہ ڈاکٹر آپ کو مٹھاس سے روک رہے ہیں۔ حالانکہ مٹھاس کی کمی سے نظر کم ہو جاتی ہے۔ یہ بات ڈاکٹروں کے علم میں نہیں ہے۔ اس کے ساتھ ہی

فرمایا کہ حضور فرماتے ہیں کہ خیر کی بات ہو تو مرتبہ کہا جاتا ہے۔ برائی کا ذکر ہو تو دفعہ کہا جاتا ہے۔ ان کو الٹانا نہیں چاہیے۔ حالانکہ عام طور پر اس کو مدنظر نہیں رکھا جاتا۔ عالم حضرات بھی بھول جاتے ہیں۔

۷۱۔ ایک مرتبہ یہ عاجز ماموں کانجن شریف حاضر ہونے کے لیے روانہ ہوا۔ بس کے ذریعے سفر کیا نصف سے کچھ زیادہ سفر کیا تو بس کا ٹائر پھٹ گیا۔ یہ جگہ علاول موڑ کہلاتی ہے دریابل اسٹیشن کے قریب ہے۔ اب پریشانی یہ تھی کہ کمالیہ جانے والی بس پر سوار ہو جاؤں تو حاضری رہ جائے گی۔ ماموں کانجن والی بس ایک گھنٹہ سے پہلے نہیں آئے گی۔ اس طرح زیادہ دیر گزرنے کی وجہ سے ماموں کانجن سے واپسی پر بہت دیر ہو جائے گی۔ اندھیرا ہو جائے گا۔ اب کیا کیا جائے۔ اسی شش و پنج میں کھڑا تھا کہ پیر مقبول الٰہی صاحب مدظلہ العالی محمد خاں بلوچ کے ہمراہ موٹر سائیکل پر وہاں آپہنچے۔ انہوں نے مجھے فرمایا جلدی سے ہمارے ساتھ سوار ہو جاؤ میں سوار ہو گیا۔ ماموں کانجن دس پندرہ منٹ میں پہنچ گئے۔ حاضری ہوئی لنگر بھی کھایا۔ تسلی سے واپسی بھی ہو گئی۔ شام سے قبل گھر پہنچ گیا۔ یہ سب بزرگان دین کی برکت ہے۔ ان کی برکتیں سایہ فگن ہیں۔ پریشانی سے بچاتی ہیں۔ یہ سب ان کی مہربانیاں ہیں جہاں بے سہارا دیکھا ہاتھ پکڑ لیا۔ اور منزل آسان ہو گئی۔

۷۲۔ ایک رات خواب آیا کہ ایک جگہ حضور تشریف فرما ہیں۔ موڑھا بان کا

بنا ہوا ہے اس پر تشریف فرما ہیں ایک اور صاحب سفید ریش بھی حاضر ہوئے ہے آپ ان سے فرمارہے ہیں کہ میاں صاحبؒ کے پاس یہ بات ہوئی تھی۔ کہ فضول باتوں میں وقت ضائع نہ کریں بلکہ ذکر میں مشغول رہیں۔ انہوں نے اعتراف کیا۔ حضور یہ فرما کر اٹھنے ہی لگے تھے کہ بندہ نے حضور کے قدم مبارک پکڑ لیے اور بہتے آنسوؤں کے ساتھ عرض کی کہ حضور زندگی کا پتہ نہیں غلامی میں داخل فرمالیں۔ دراصل دل میں یہ تھی کہ ہاتھ پکڑ کر بیعت فرمائیں تو پھر مزہ ہے۔ آپ نے دونوں ہاتھ بندہ کی طرف دراز فرمائے۔ جن کو بندہ نے پکڑ لیا۔ آپ نے سر پر ہاتھ پھیرا۔ پیٹھ پر ہاتھ پھیرا۔ اور تسلی دی۔ ایک رومال بھی زرد عنابی سا رنگ تھا اس کا وہ بھی عنایت فرمایا۔ پھر آپ اٹھ کر تشریف لے گئے۔ منظر بدلا۔ تو ہمارے گاؤں کے قریب پانی کے موگے کے پاس راجباہ کی پٹڑی پر آپ تشریف لے گئے۔ کافی چوڑی جگہ بنی ہوئی تھی۔ وہاں صفیں بچھی ہوئی تھیں۔ کافی حضرات جمع تھے۔ ایک طرف کتابیں ہی کتابیں ڈھیر کی شکل میں پڑی تھیں۔ حضور مصلّٰی امامت پر رونق افروز ہوئے۔ صفیں آراستہ ہوئیں۔ ہمارے گاؤں کا ایک شخص بھی وہاں موجود تھا۔ وہ سر پر صافہ لپیٹتا ہوا حضور کے پیچھے کھڑا ہونے لگا تو آپ نے بندہ کا نام لے کر فرمایا کہ اس کو یہاں کھڑا ہونے دو اور تکبیر پڑھنے دو۔ بندہ نے تکبیر پڑھی۔ اتنی اونچی آواز سے جیسے اذان دے رہا ہو۔ آپ نے نماز ادا فرمائی۔

دو رکعت نماز پڑھائی۔ جب سلام پھیرا تو غور سے دیکھا تو وہ حضرت پیر مقبول الٰہی صاحب تشریف فرما تھے۔ اس جماعت میں میرے خلیق عمر حیات رانجھا صاحب بھی تھے۔ جو قادری سلسلہ میں قادر بخش شریف میں مرید ہیں۔ قل شریف اور درود شریف پڑھتے آنکھ کھل گئی۔ دل ہلکا پھول کی مانند تھا اور کیف بھرا ہوا تھا۔ صبح سکول پہنچا تو یہ سردیوں کا موسم تھا 1996ء کی بات ہے ہم جماعتیں بڑے پلاٹ میں بٹھا کر سکول لگا کر بیٹھے ہوئے تھے اور یہ بندہ اپنے خلیق حضرات کو چہک چہک کر سنا رہا تھا کہ رات کرم ہوا۔ بندہ کو پیر صاحب کی زیارت ہوئی۔ حضور کے صاحبزادہ صاحب کی بھی زیارت ہوئی اور عمر حیات صاحب بھی اس جماعت میں شامل تھے۔ سب حضرات خوش ہو رہے تھے۔ کہ اتنے میں ایک موٹر سائیکل سکول کے بڑے گیٹ پر رکی دو سوار حضرات تھے۔ ایک صاحب نے ہیلمٹ پہنا ہوا تھا وہ گیٹ پر ہی کھڑے رہے دوسرے صاحب سیدھے پلاٹ سے گزر کر ہماری طرف آ رہے تھے جن سے یہ بندہ واقف نہیں تھا۔ میرے خلیق حضرات کہنے لگے کہ آپ پیر صاحب کا ذکر خیر کر رہے ہیں۔ گیٹ پر پیر صاحب ہی کھڑے ہیں۔ اور یہ صاحب جو ہماری طرف آ رہے ہیں یہ آپ کی طرف آ رہے ہیں۔ چلو حاضر ہو جائیں۔ میں عجیب مخمصے میں تھا کہ اتنی جلدی تعبیر آنکھوں کے سامنے آ رہی ہے۔ وہ صاحب ہمارے پاس پہنچ کر فرمانے لگے عبدالقیوم صاحب کون ہیں۔ پیر

صاحب بلا رہے ہیں۔ ایک ساتھی نے کہا کہ ہم نہ کہتے تھے کہ پیر صاحب ہی ہیں۔ وہ صرف ہیلمٹ کی وجہ سے پہچانے نہیں جا رہے تھے۔ ہم دوڑ کر پیر صاحب کی طرف گئے ایک ساتھی جو ہیڈ ماسٹر تھے وہ بیمار تھے۔ ان کو سہارا دیتے پیر صاحب تک پہنچ گئے۔ پیر مقبول الٰہی صاحب نے تب ہیلمٹ اتارا اور ہماری طرف چل پڑے۔ یعنی پیر صاحب ہمارے بیمار ہیڈ ماسٹر صاحب کی تکلیف کو دیکھ کر خود ہی ہماری طرف چل پڑے۔ خیر ہاتھوں کو بوسہ دیا۔ آپ نے فرمایا کہ بابا رجب بلوچ کے ڈیرہ پر فلاں تاریخ کو ختم شریف ہے۔ سوچا گزرتے ہوئے اطلاع کرتے چلیں۔ وہاں آ جانا۔ آپ بیٹھے نہیں۔ بلکہ جلد ہی واپس تشریف لے گئے آپ کے ساتھ دوسرے صاحب محمد اقبال پڈھیار صاحب تھے۔ جن سے میں اور وہ مجھ سے واقف نہیں تھے۔ اس وقت سے جان پہچان ہوئی۔ پیر صاحب تو واپس تشریف لے گئے۔ لیکن میرے ساتھی حیرت سے دنگ رہ گئے کہ پیری مریدی ایسی نہ دیکھی نہ سنی۔ کہ ادھر پیر صاحب کا ذکر ہو رہا ہے اور پیر صاحب زیارت بھی کروانے تشریف لے آئے اور خواب کی تعبیر آنکھیں دیکھ رہی ہیں۔

۷۷۔ ایک مرتبہ محترم نور احمد صاحب مرحوم فرما رہے تھے کہ حضور کی ایک مرتبہ دعوت کی۔ آپ معہ احباب کے ننکانہ میں تشریف لائے۔ پیر مست صاحب بھی ہمراہ تھے۔ ہمارے علاقہ میں کتے بڑے خطرناک تھے اور کثرت

سے تھے۔ لوگوں نے کہا کہ کتے پیر صاحب اور مریدین کو تنگ کریں گے۔ دیکھیں کہ پیر صاحب ان کا کیا انتظام کرتے ہیں۔ میں نے کہا پرواہ نہیں۔ بزرگانِ دین سب حالات جانتے ہیں خود ہی انتظام کرلیں گے۔ چنانچہ حضور تشریف لائے کافی حضرات ہمراہ تھے۔ اتنے میں دیکھا کہ آتے ہی پیر مست صاحب نے ایک خاصے بڑے کتے کو کان سے پکڑا اور چلنے لگے۔ وہ کتا بھی نہایت ادب سے ساتھ چلنے لگا۔ کافی دور ایک درخت کے نیچے اس کو چھوڑ دیا۔ اور کہا کہ یہاں بیٹھو۔ اس کے ساتھ سارے کتے بھی آ گئے تھے۔ سب کو وہاں بیٹھنے کا حکم دے دیا۔ اور کہا یہاں سے جانا نہیں ہے۔ پیر مست صاحب دعوت میں شامل ہوئے اہل محلّہ کو بھی کھانا دیا گیا کوئی شور شرابہ نہ ہوا جب دعوت ہو چکی تو پیر مست صاحب نے اس بڑے کتے کے ساتھ سب کتوں کو وہاں سے ادھر ادھر جانے کی اجازت دے دی۔ کتوں نے بیٹھنے سے لے کر ادھر ادھر ہونے تک پوری تعمیل کی۔ مجال نہیں کسی نے چوں کی ہو۔

حضور فرماتے ہیں جو خشیت الٰہی سے لرزہ براندام رہتا ہے ہر چیز اس سے خوف کھاتی ہے۔ ہر چیز تابع ہو جاتی ہے جس سے جب چاہے کام لے لے۔ باقی اشیاء انسان کامل کے گرد گردش کرتی رہتی ہیں اور جس سے انسان متمتع ہونا چاہتا ہے وہ حاضر ہو جاتی ہے۔ باقی طواف کرتی رہتی ہیں۔ تمام کائنات انسان کے لیے اللہ نے بنائی ہے۔ اور انسان کو اللہ نے اپنے لیے بنایا

ہے۔

یہ جہاں ہے تیرے لیے تو نہیں جہاں کے لیے۔

۷۸۔ حاجی محمد حسین صاحب ماموں کانجن شریف والے بتاتے ہیں کہ چاروں صاحبزادگان کے مقامات کے متعلق کچھ کچھ مشاہدات ہوئے ہیں۔ ایک مرتبہ نوروالی گلی والے مکان میں سویا ہوا تھا۔ کہ خواب آیا کہ ڈیرہ پاک پر رونق ہے کئی حضرات آجا رہے ہیں۔ میں سوچتا ہوں کہ حضور تشریف لائے ہوئے ہیں۔ اسی لیے اتنی رونق ہے۔ صبح آنکھ کھلی فجر سے قبل ڈیرہ پاک پر حاضر ہوا تو کیا دیکھتا ہوں کہ پیر ڈاکٹر علی محمد صاحب سوئے ہوئے ہیں۔ کمبل اوڑھا ہوا ہے ایک بازو باہر ہے۔ آپ آرام فرما رہے ہیں لیکن بازو مبارک سے نور کی کرنیں نکل رہی ہیں جو آنکھوں کو خیرہ کر رہی تھیں یہ منظر دیکھ کر میں دنگ رہ گیا۔ بغیر آہٹ پیدا کیے بزرگان دین کو یاد کرتے واپس چلا گیا۔ اللہ تعالیٰ نے ڈاکٹر صاحب کو علم بھی وافر دیا ہے۔ اللہ علم و مقام اور زیادہ کرے آمین۔

۷۹۔ عام طور پر یہ دیکھا گیا ہے بلکہ کتابوں میں پڑھا گیا ہے کہ پیر اپنے مریدین کو ایک کام بتاتے ہیں۔ یعنی یا تو زبانی ذکر کرنے کی تلقین کرتے ہیں یا قلبی ذکر کرنے کی تلقین کرتے ہیں۔ لیکن حضور کے سلسلہ مبارک کو یہ شرف عطا فرمایا گیا ہے کہ زبان ذکر پاک میں مشغول رہے اور دل درود پاک میں

مصروف رہے۔ دونوں کام اکٹھے ہوں۔ زبان قول ہے دل عمل ہے۔

آپ فرماتے ہیں کہ جس کا معمول ہو درود پاک پڑھنا وہ پاک رہ کر درود پاک پڑھے۔ باوضو افضل ہے جس کو کبھی کبھی پڑھنا ہو وہ باوضو پڑھے۔ اس کو بے وضو پڑھنا مناسب نہیں ہے۔ ذکر کرنے والا حضورؐ کا امتی ہے۔ درود پاک میں مصروف رہنے والا اللہ کا بندہ ہے۔ کیونکہ حکم الٰہی کی تعمیل کرنے والا اللہ کا بندہ ہے۔ یہ اللہ کا حکم بھی ہے عمل بھی ہے۔ اللہ خود درود بھیجتا ہے ساتھ فرشتوں کے اور مسلمانوں کو حکم دیا کہ میرے محبوب پر درود بھیجا کرو اور سلام بھیجا کرو۔

۸۰۔ حضورؐ نے فرمایا ہے کہ نماز شریعت اور شریعت کا وضو پانچ وقتی یہ عام کا طریقہ ہے۔ طریقت کا وضو اور نماز سات وقتی ہے۔ جس میں نماز تہجد اور اشراق بھی شامل ہیں۔ یہ خاص کا معمول ہے۔ حقیقت کا وضو اور نماز ہر وقتی ہے۔ یہ خاص الخاص کا شرف ہے۔ یہ زبان سے ذکر کرنا اور دل سے درود پاک میں مصروف رہنا اور مخلوق الٰہی سے سلوک رضائے الٰہی کے مطابق کرنا مطابق اور غیر مطابق کو منجانب اللہ سمجھنا، مطابق کے مطابق رہنا اور غیر مطابق کے بھی مطابق رہنا یہ دنیا میں پل صراط سے گزرنا ہے۔ یہ ہر وقت کی نماز ہے یہی جنت ہے۔ اسی حال کا مستقبل بننے والا ہے۔

ہر وقت کی نماز کا ذکر اس طرح پڑھنے میں آیا ہے کہ اصحاب صفہؓ میں

سے حضرت ابورزینؓ کا شمار جلیل القدر اصحاب میں ہوتا ہے۔ آپؓ سے ارشاد نبویؐ مروی ہے کہ جب تم خلوت میں رہو تو اپنی زبان کو ذکر الٰہی میں متحرک رکھو کیونکہ جب تک تم اپنے رب کے ذکر میں مشغول رہو گے گویا نماز کے اندر ہو گے (جو دل اللہ کی یاد میں ہے وہ نماز میں ہے اگر چہ بازار میں ہو اگر ہونٹ بھی ہلتے ہیں تو اور بھی اچھا ہے۔ شفیق بلخیؒ)۔ یہ شرف کہ ذکر زبان سے جاری رکھنا، اور درود دل سے ساری رکھنا میرے حضور کا طرہ امتیاز ہے۔ حالانکہ یہ بات گردوپیش میں دیکھنے سننے میں نہیں آتی۔

۸۱۔ سب سے افضل تفسیر پاک بالقرآن ہے اس کے بعد تفسیر بالحدیث ہے۔ اس کے بعد دوسری تفاسیر ہیں۔ حضور نے تفسیر پاک بالقرآن تحریر کروائی ہے۔ ترجمہ اور تفسیر کو قرآن کے مقاصد اور معانی کے قریب قریب رکھ کر تحریر کروایا ہے۔ یعنی قرآن کے پیغام کو عام فہم زبان میں قرآن کے قریب رکھ کر بیان فرمایا ہے۔

گویا آپ کی تحریر کروائی گئی تفسیر پاک الہامی تفسیر ہے۔ کیونکہ آپ علم کسبی نہیں رکھتے تھے۔ بلکہ علم الٰہی کے حامل تھے۔ اللہ تعالیٰ ام الکتاب کا علم اُمّی کو عطا فرماتا ہے۔ کیونکہ کوئی یہ نہ کہہ سکے کہ اللہ کا پیارا کتاب وشنید سے بول رہا ہے۔ آپ نے قرآن کے الفاظ کو قرآن کے مطابق ہی سمجھایا ہے۔ آپ فرماتے ہیں کہ ہمارا اپنا کوئی حرف زیر زبر یا پیش نہیں ہے۔ سب عطائی

ہیں۔ بعض مرتبہ تو پوری کی پوری سورت کی تفسیر سامنے آ جاتی ہے۔ ہم اس کو بیان فرما دیتے ہیں۔ جو اولیائے کرام علم کسبی رکھتے ہیں ان کو عبارت کا مشاہدہ ہوتا ہے جو پڑھ کر بیان کر دیتے ہیں۔ جو اُمّیہوں ان کے لیے عبارت بھی اترتی ہے اور اس کی سمجھ اور علم بھی اترتا ہے۔ اس کے مطابق بیان فرماتے ہیں یہ اُمّی نبیؐ پر نازل شدہ کلام پاک کی امی ولی کی زبان سے بیان کردہ تفسیر پاک ہے۔

آپ کی تفسیر پاک میں اسرائیلی روایات بیان نہیں کی گئیں۔ جو کہ دوسری تفاسیر میں پائی جاتی ہیں۔ آپ فرماتے ہیں انسانی گرامر حادث ہے۔ یہ اندھوں کی لاٹھی ہے۔ یہ علم کسب کے لیے ہے علم الٰہی کے لیے نہیں ہے۔ حادث قدیم کو نہیں پا سکتا۔ علم الٰہی قدیم ہے۔ کلام الٰہی قدیم ہے۔ اس لیے اس کو انسانی حادث گرامر محدود نہیں کر سکتی۔ اس وقت پچیس فیصد الفاظ عربی کے اردو میں استعمال ہوتے ہیں۔ اب اگر اردو میں استعمال ہونے والے الفاظ عربی میں مل جائیں تو اس سے زیادہ اور بابرکت کیا بات ہوگی۔ جو الفاظ عربی اور اردو میں مشترکہ طور پر پڑھے لکھے جائیں۔ ان کو سمجھنا آسان ہے۔ ان کو جوں کا توں تحریر کرنا چاہیے۔ یہی حضور کی بیان کردہ تفسیر کی شان ہے کہ قرآن کا ترجمہ قرآن کے الفاظ کو مدنظر رکھ کر قریب قریب عربی الفاظ کے کرنا چاہیے۔ وضاحت کے لیے علیحدہ بیان کیا جا سکتا ہے۔ آپ تہجد کے وقت

تقریباً ایک رکوع کی تفسیر پاک بیان فرماتے۔ دیکھنے والے حاضرین دیکھتے کہ آپ کے چہرہ انور پر اس وقت عجیب نور اور تجلیات کی جلوہ گری ہوتی۔ جو نگاہوں کو خیرہ کرتیں۔ نور کی بارش ہوتی معلوم ہوتی۔

ایک وقت آئے گا کہ علم کسبی سے لوگوں کے دل بھر جائیں گے اس وقت علم الٰہی کی تلاش ہوگی اس وقت آپ کی بیان کردہ تفسیر پاک کی شان روشن ہوگی۔ باقی تفاسیر تو لوگ دیکھ رہے ہیں۔ جن میں روایات سے زیادہ تر کام لیا گیا ہے۔ ایک دوسرے کی تفسیر کو تھوڑی سی وضاحت سے اپنے الفاظ میں بیان کیا گیا ہے۔ جس سے شبہات نے جنم لیا ہے اور فرقہ بندی کی راہ استوار ہوئی ہے۔

۸۲۔ دوسری تفاسیر میں یہ بات ملتی ہے کہ فلاں آیت ناسخ ہے۔ اور فلاں منسوخ ہے۔ حضور کی بیان کردہ تفسیر پاک سے یہ انکشاف ہوتا ہے کہ کوئی ایک آیت بھی منسوخ نہیں ہے۔ اگر ایک آیت کو بھی منسوخ مان لیا جائے گا تو تمام قرآن پاک مشکوک ہو جائے گا۔ جبکہ یہ کلام قدیم ہے اور علم الٰہی ہے۔ جو مشکوک نہیں ہوتا۔ یہ صرف اسرائیلی روایات کے بل بوتے پر لکھا گیا ہے کہ آیات ناسخ و منسوخ ہیں۔ جو اس وقت آیات لاگو تھیں۔ آج بھی اسی طرح قابل عمل ہیں۔ مقام و شہادت کا علم ہونے پر یہ شبہ دور ہو جاتا ہے۔ ایک جگہ دعویٰ ہے تو دوسری جگہ شہادت ہے۔ دوسری جگہ دعویٰ ہونے پر اور جگہ شہادت

مل جاتی ہے۔ قرآن ہی قرآن کی شہادت فراہم کر دیتا ہے۔ لہذا شبہ ختم ہو جاتا ہے۔ حضور کلی مقام رکھتے ہیں۔ جہاں کل وہاں نہیں بھل۔ یہ بے خطا فرمان ہے۔

۸۳۔ دوسری تفاسیر میں یہ لکھا ہوا ملتا ہے کہ حضورؐ پر جادو اثر انداز ہوا تھا۔ لبید یہودی اور اس کی لڑکیوں نے یہ شیطانی حرکت کی اور حضورؐ کو بیمار کر دیا۔ حالانکہ سمجھنے کی بات یہ ہے کہ جادو علم کفر ہے۔ اور حضور علم الٰہی کے حامل تھے۔ علم کفر کبھی علم الٰہی پر غالب نہیں آسکتا۔ یہ سب افواہیں ہیں اور کافر کا علم نبی کے علم پر غالب نہیں آسکتا۔ اس کا ثبوت قرآن پاک میں موجود ہے۔ کہ فرعون جو خود بھی جادوگر تھا۔ اس نے ماہرین علوم سفلی کو ہزاروں کی تعداد میں جمع کیا۔ حضرت موسیٰؑ کے مقابلہ میں ان کو لایا گیا۔ ان کی رسیاں اور لاٹھیاں سانپ بن گئیں ادھر حضرت موسیٰؑ کا عصا مبارک بھی اژدہا بن گیا۔ نتیجہ کیا نکلا کہ حضرت موسیٰؑ کے اژدہے نے تمام چوٹی کے جادوگروں کے سانپ اور شعبدے نگل لیے۔ پھر وہی عصا کا عصا بن گیا اور جادوگر مغلوب ہو کر ایمان لے آئے۔ اب حضرت موسیٰؑ یہ دعا کرتے اللہ کے ہاں حاضر ہو گئے کہ ہمیں حضرت محمد ﷺ کے امتی ہونے کا شرف مل جائے اس سے روشن ہو جاتا ہے کہ جب موسیٰؑ جو امتی بننے کی تمنا دل میں لیے اللہ کے ہاں پہنچ گئے تو اس اشرف الانبیاء کی کیا شان ہو گی۔ جن کے امتی بننے کی تمنا کرتے انبیاء

رخصت ہو گئے۔ کیا جو جادو دوسرے انبیاء پر کارگر نہ ہو سکا وہ اشرف الانبیاء پر غالب آ گیا ہو گا۔ ہرگز نہیں یہ تو ایسے لگتا ہے کہ اسرائیلی افواہیں ہیں جو یہ ثابت کرنے کی کوشش کر رہی ہیں کہ ان کے انبیاء کے امتی لبید وغیرہ نے اشرف الانبیاء کو نعوذ باللہ جادو کے اثر سے بیمار کر دیا۔ تو ان کے نبی کی کیا شان ہو گی۔

میرے ہزار دل ہوں تصدق حضورؐ پر
میری ہزار جان ہو قربان مصطفےٰؐ

یہ حضورؐ کی شان کم کرنے کی کوشش ہے جو ہم مسلمان آنکھیں بند کیے بغیر تحقیق و تصدیق کے مانتے چلے جا رہے ہیں۔ ایک مثال درج ذیل ہے کہ حضرت پیر مہر علی شاہؒ گولڑوی ایک مرتبہ کافی دن بیمار رہے۔ کسی نے کہا کہ آپ پر فلاں پنڈت نے جادو کر دیا ہے۔ اور اس کا دعویٰ ہے کہ آپ جانبر نہ ہو سکیں گے۔ حضرت پیر مہر علی شاہؒ کو جلال آ گیا۔ آپ چار پائی پر اٹھ کر بیٹھ گئے اور فرمایا اچھا یہ بات ہے۔ ہم تو اللہ کی طرف سے نعمت سمجھ کر بخار وغیرہ برداشت کر رہے تھے اگر جادوگر کو کوئی دعویٰ ہے تو ہمارا بال بھی بیکا کر لے۔ ہم یہ بیٹھے ہیں۔ تو کدھر گیا بخار اور کدھر گئی بیماری۔ آپ منٹوں میں تندرست ہو گئے۔ اب کہاں گیا جادو کا اثر۔ وجہ یہ ہے کہ بزرگان دین علم الٰہی کے حامل ہوتے ہیں۔ جب ان پر جادو اثر انداز نہیں ہو سکتا تو انبیاء پر تو بالکل محال ہے۔

(بحوالہ مہر منیر کتاب)

۸۴۔ ڈاکٹر فقیر محمد صاحب بتاتے ہیں کہ حضور جنگلوں اور ویرانوں میں ریاضت کررہے تھے اس وقت یا جب وہاں سے فارغ ہوئے اس وقت تمام غیر مسلم عامل، دیویاں اور گرو پنڈت مثلاً کالی دیوی، گورو نانک وغیرہ سب نے حضور پر غالب آنے کی کوششیں کیں لیکن اللہ تعالیٰ کی مدد شامل حال رہی۔ آپ ہی فاتح رہے۔ آخر تھک ہار کر آپ پر اپنے اپنے روحانی سفلی عملیات کارگر کرنے کی کوشش کی۔ آپ کے گرد اللہ تعالیٰ نے کوئی ایسا حفاظتی حصار پیدا فرمادیا تھا کہ وہ اس کو توڑ کر آپ تک اثر انداز نہیں ہوسکے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو ہر کسی پیشہ ور عامل اور غیر مسلم رہنماؤں سے حفاظت میں رکھا بال تک بیکا نہیں کرسکے۔

۸۵۔ یہ جو روایت چلی آرہی ہے کہ جادو برحق ہے لیکن کرنے والا کافر ہے۔ سوچنے کی بات یہ ہے کہ کفر کا حامل کافر ہی ہوتا ہے۔ اور کفر حق نہیں ہوسکتا۔ جادو علم کفر ہے وہ برحق کیسے ہوسکتا ہے۔ اس کی تائید قرآن وحدیث میں نہیں ہے۔ کہ یہ برحق ہے۔ یہ علم کفر ہے۔ اور باطل ہے جب حق آتا ہے تو باطل کا بھیجا نکل جاتا ہے۔ حق آیا باطل ختم ہوگیا کیونکہ باطل نے ختم ہی ہونا ہے۔ جادو کا عامل کافر ہے نہ وہ برحق ہے نہ اس کا علم کفر جادو برحق ہے۔ بلکہ یہ سب باطل ہیں۔

۸۶۔ خزینہ معارف کتاب جو حضرت سید عبدالعزیز دباغ مغربیؒ کے متعلق

لکھی گئی ہے۔ اس کا مطالعہ کیا تو دو جگہ پر ذہن رک گیا۔ ایک تو اس بات پر کہ نمازِ عصر وسطیٰ اولیٰ اور درمیانی نماز ہے اور حدیث کے حوالہ سے یہ بات کہی گئی ہے دوسری اس بات کو رد کیا گیا ہے کہ علماء انبیاء کے وارث ہیں۔ کہ یہ حدیث ہی نہیں ہے۔ بندہ نے چونکہ حضور کے بیانات کا قدرے مطالعہ کیا تھا تفسیر پاک میں بھی پڑھا۔ کہ حضور نماز فجر کو افضل اولیٰ وسطیٰ اور درمیانی نماز فرماتے ہیں اور افضل کے ساتھ ساتھ تاکید بھی اسی کی زیادہ ہے۔ دوسرے علماء انبیاء کے وارث اور نائب ہیں یہ حضور کے ایک بیان مبارک میں پڑھا تھا کہ یہ حدیث پاک ہے۔

بندہ نے یہ سوالات محترم ڈاکٹر محمد اشرف صاحب کو لکھ کر ارسال کر دیے۔ انہوں نے جواب دیا کہ حضور فرماتے ہیں کہ حضرت سید عبدالعزیز دباغؒ نابینا بزرگ تھے۔ وہ شاہد کے درجہ پر نہ تھے۔ نماز فجر ہی صلوۃ الوسطیٰ ہے۔ حضرت علیؓ سے بھی اس بارے میں ایک روایت ثابت ہے۔ دوسرے علماء نائب رسول ہیں۔ یہ حدیث پاک حضور نے بھی بیان فرمائی ہے۔ لہذا یہ ذہنی خلش دور ہو گئی۔ بزرگان دین کا بھی علمی مقام اپنی اپنی جگہ پر اولیٰ ہے۔ ان کی باتیں وہی جانیں۔ حضور کا علم کُلّی ہے۔

۸۷۔ ہر ترجمہ قرآن پاک اور تفاسیر میں لکھا ہوا ہے کہ انبیاء قتل ہوئے ہیں لیکن حضور کی فرمودہ تفسیر پاک کے مطابق کوئی نبی قتل نہیں ہوا۔ ان کے قتل کا

ثبوت قرآن اور حدیث میں نہیں ہے۔ عام طور پر حضرت زکریاؑ اور حضرت یحییٰؑ کے قتل کے قصے مشہور ہیں۔ جو ناممکن بات ہے۔ یہ واقعہ اس طرح پڑھا کہ جب زکریاؑ کی امت آپ کو قتل کرنے کے لیے پیچھے لگی تو آپ ایک خشک ٹنڈ منڈ درخت کے تنے سے پناہ لینے پر مجبور ہو گئے۔ یعنی تنے میں سما گئے پھر ان کے اوپر آرا چلا۔ جس کے ہزار دندانے تھے۔ جب آرا سر پا آیا تو آپ نے اف کی تو وحی آئی کہ اگر اب اف کی تو دائرہ نبوت سے خارج کر دیے جاؤ گے۔ جب غیر اللہ سے پناہ مانگی تو خمیازہ بھگتو۔ کیا ہم پناہ نہیں دے سکتے تھے۔ پھر حضرت زکریاؑ نے اف نہ کی۔ آرا چل گیا جسم دو حصے ہو گیا پھر آگ لگائی گئی۔ ایسے بے سروپا قصے کتابوں میں لکھے چلے آرہے ہیں جو بے سند ہیں۔

اول تو جس کو اللہ تعالیٰ نے نبی بنایا اس کو دائرہ نبوت سے خارج نہیں فرمایا۔ نہ ایسی وعید ارشاد فرمائی دوسری بات یہ کہ اگر وحی اس وقت اس قسم کی نازل ہوئی تو کس نے سنی۔ فرشتہ کو آتے کس نے دیکھا کس نے بتایا کہ ایسی وعید بذریعہ وحی آئی ہے۔ کیونکہ حضرت زکریاؑ تو شہید ہو گئے۔ باقی سب ان کے دشمن اور قاتل تھے۔ وحی کس نے سن لی جن پر وحی نازل ہوئی وہ اللہ کو پیارے ہو گئے۔ یہ من گھڑت قصے کہانیاں ہیں۔ حالانکہ حضرت عیسیٰؑ کا زمانہ ان کے قریب کا ہے۔ جب حضرت عیسیٰؑ بچا لیے گئے تو کیا اس رب کائنات نے ان کے ہم وقت انبیاء کو قتل کروا دیا۔ یہ ہرگز نہیں۔ یہ اسرائیلی روایتیں

ہیں۔ حضرت موسیٰؑ فرعون کے گھر پلے بڑھے۔ حضرت داؤدؑ نے جالوت کو قتل کیا۔ کئی ایسی مثالیں ہیں جیسے حضرت ابراہیمؑ قتل ہونے سے بچائے گئے حضرت یوسفؑ بھی بچائے گئے۔ اس لیے انبیاء کا قتل محال ہے۔ یہ انکشاف حضرت قبلہ عالم فضل شاہ قطب عالمؒ نے ہی فرمایا۔ حالانکہ خزینہ معارف میں حضرت یحییٰؑ کے درخت میں سما جانے اور قتل ہونے کا لکھا ہوا ہے۔ جو عام روایت میں مسجد اقصیٰ میں شہید کیے گئے۔ یہ بے ثبوت باتیں ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے انبیاء کی نصرت کا وعدہ کیا ہے۔

محترم ڈاکٹر محمد اشرف صاحب نے میرے خط کے جواب میں وضاحت فرمائی کہ حضرت فضل شاہ قطب عالمؒ کا ارشاد ہے کہ نبی کوئی قتل نہیں ہوا۔ حضرت زکریاؑ اور حضرت یحییٰؑ کے بارے میں اسرائیلی روایات قطعاً درست نہیں ہے۔

خاتم النبیین ﷺ پر علم کفر کا اثر ہو ہی نہیں سکتا تھا۔ اس لیے علمِ الٰہی پر کسی علم کی برتری ثابت کرنے والی باتیں کوئی حقیقت نہیں رکھتیں۔

۸۸۔ تفسیر پاک فرمودہ حضرت فضل شاہؒ کے مطابق زمین کے علاوہ کہیں انسان نہیں ہے۔ اس کی تائید اس بات سے ہوتی ہے کہ حضرت آدمؑ حضرت حواؑ کو زمین پر اتارتے وقت اللہ تعالیٰ نے فرمایا اب تم زمین پر رہو۔ یہیں سے اولاد کا سلسلہ شروع ہوا اور یہیں زمین میں دفن ہوتے رہے۔ یہ دوسرے

سیاروں میں انسان کی موجودگی خود بخود محال ہوگئی۔ انسان ہی مرکز کائنات ہےاورانسان کواللہ تعالیٰ نے اپنے لیے بنایا ہے۔

۸۹۔ ایک مرتبہ بھائی محمد شریف صاحب ماموں کانجن شریف والے بتارہے تھے کہ ہم نے حضور سے عرض کیا کہ جب آپ دم کرتے ہیں یا لعاب مبارک درد والی تکلیف والی جگہ پر لگاتے ہیں تو کیا پڑھتے ہیں۔ حضور نے فرمایا پاک اور ہر وقت ذکر میں مشغول رہنے والی زبان کو یہ شرف حاصل ہے کہ اس کا لعاب بھی شفا ہوتا ہے۔ یہاں پڑھنے پڑھانے کی ضرورت نہیں رہتی۔

گویا یہ وہی بات ہوئی جب سانپ نے حضرت ابوبکر صدیقؓ کے پاؤں مبارک پر ڈنگ کیا تو حضور ﷺ نے اپنا لعاب مبارک وہاں لگادیا۔ شفا ہوگئی۔ حضرت علیؓ کی آنکھیں غزوہ خیبر کے موقع پر دکھتی تھیں۔ حضورؐ نے لعاب مبارک آنکھوں پر لگایا شفا ہوگئی۔ حالانکہ ان دونوں مواقع پر نہ کچھ پڑھا گیا نہ پڑھایا گیا۔ یہ پاک زبان کی شان ہے کہ اس کا فرمودہ اور لعاب بھی شفا بن جاتا ہے۔

۹۰۔ غلام صابر صاحب فیصل آبادی کی ترقی کا معاملہ تھا وہ غالباً انسپکٹر بننا چاہتے تھے۔ حضور کے فرمان کے مطابق ایک زائد سیٹ منظور ہوگئی اور پھر وہ انسپکٹر بن گئے اس وقت سے وہ سیٹ چلی آرہی ہے۔

۹۱۔ بابا رجب علی بلوچ چک نمبر 188 گادھیاں والا کو زمین کی الاٹمنٹ بھی بزرگان دین کی دعا و برکت سے ہوئی۔ اس رقبہ کا کیس چل رہا تھا وہ جب تاریخ پر جاتے پیر مقبول الٰہی صاحب سے عرض کرتے کہ دعا کریں۔ دعا و برکت سے وہ قطعہ اراضی ان کو مل گیا۔ وہاں ڈیرہ بنایا گیا۔ سالانہ عرس اور ختم شریف کا اہتمام کیا جاتا ہے۔

۹۲۔ ایک صاحب غالباً مسجد کے خطیب تھے وہ بزرگان دین کے قائل نہیں تھے ان کے ہاں ایک تقریب پر مہمان آئے تو وہ ذرا گھبرا گئے وہ مہمانوں سے کہنے لگے اتنے بستر نہیں ہیں کہ مہیا کیے جائیں۔ حضور وہاں سے گزر رہے تھے آپ نے سن لیا آپ نے فرمایا کہ یہ ہمارے ساتھ بھیج دیں ہم ان مہمانوں کو بستر مہیا کر دیں گے۔ ہمارے پاس بستر ہیں۔ آپ مہمانوں کو ساتھ لے گئے۔ ان کے آرام کا بندوبست فرمایا۔ صبح مہمان ناشتہ کر کے چلے گئے۔ وہ مولوی صاحب بہت متاثر ہوئے اور بزرگان دین کی شان ان پر روشن ہوگئی۔

۹۳۔ ایک صاحب کو ٹی بی ہوگئی۔ حضور نے فرمایا آپ مسجد کی خدمت اور صفائی ستھرائی کا کام کریں۔ اور خشک روٹی کھائیں بس انہوں نے ایسے ہی کیا۔ ان کو شفا ہوگئی۔ بزرگان دین کی نصیحت میں حکمت ضرور ہوتی ہے۔

۹۴۔ ایک ڈاکٹر صاحب غالباً اسحاق صاحب حضور کے پڑوس میں رہتے

تھے وہ بزرگان دین کے قائل نہیں تھے۔ بلکہ طرح طرح کی باتیں کرتے۔ وہ حضور کے حسن اخلاق سے متاثر ہو گئے۔ ان کو بزرگان دین کی شان عملی طور پر ماننی پڑی۔

۹۵۔ بھائی محمد شریف صاحب فیصل آبادی فرما رہے تھے کہ حضور نے درود شریف کی بہت شان بیان فرمائی ہے۔ گویا یہ سب سے افضل وظیفہ ہے۔ حالانکہ کلمہ شریف کے متعلق عام طور پر سنا جاتا ہے کہ جس نے ایک مرتبہ پڑھ لیا وہ نجات پا گیا۔ حضور نے فرمایا درود شریف بہت افضل عمل ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کا حکم بھی ہے اور عمل بھی ہے۔ ساتھ پاک جماعت فرشتوں کی کے خود درود بھیجتا ہے اور ایمان والوں کو حکم دیا کہ میرے محبوب پر درود بھیجو۔

۹۶۔ حضور نے فرمایا جو کسی غریب کو مکان بنا کر دے سکتا ہے وہ اگر مکان بنا کر دے گا تو پھر ہی اس دنیا سے سرخرو ہو کر جائے گا جو مر جاتا ہے اس کو پتہ چلتا ہے کہ وہ کیا سیا پا اور وبال ساتھ لے کر جا رہا ہے۔

۹۷۔ چلتے پھرتے مخلوق خدا کا دھیان رکھنا یہ اولیائی ہے۔ کم از کم اپنے ساتھی نمازیوں کا دھیان ہی رکھ لیا کرو اگر ایسا نہ کیا جائے تو یہ نماز نہیں ہے۔ اپنا ہی دھیان رکھنا اور مخلوق خدا سے غافل رہنا اس طرح نماز ادا نہیں ہوتی۔ سوائے لعنت کے اور کچھ ہاتھ نہیں آتا۔ ایسا نمازی جہاں چاہے ٹکریں مارتا پھرے نماز نہ ہوگی۔ نماز میں دنیاوی خیالات میں مگن رہنا گھر کا خیال کرتے

رہنا یہ نماز نہیں۔ وہ نمازی گویا جماعت میں شامل نہیں ہوا بلکہ گھر سے گیا ہی نہیں۔ گھر میں ہی گھوم رہا ہے۔

۹۸۔ کسی کو آئے ہوئے کو سنبھالنا اور کسی کے پاس جانا سیکھ لو تو یہ بڑی بات ہے۔

۹۹۔ بھائی بشیر صاحب لاہوری بتا رہے تھے کہ ہمیں حضور نے عملی طور پر جانور کو ذبح کرنا اس کا گوشت بنانا سکھایا۔ ہمیں پہلے اس حد تک علم نہیں تھا۔ اب حضور کے عطا کردہ علم سے ہم یہ کام آسانی سے کرتے ہیں۔

۱۰۰۔ پہلی نماز مغرب ہے دوسری نماز عشاء درمیانی اور تیسری نماز فجر ہے جو سب سے اعلیٰ ہے۔ چوتھی نماز ظہر اور پانچویں نماز عصر ہے۔ مسلمانوں کا نظام قمری ہے شمسی نہیں ہے۔

۱۰۱۔ جناب ڈاکٹر سید محمد یوسف صاحب نے ایک مرتبہ بتایا تھا کہ ڈیرہ پاک لاہور میں حضور کے ساتھ ہم نے بھی حضور کی بیداری میں زیارت کی تھی۔ ڈاکٹر صاحب فرماتے تھے کہ ہم سیالکوٹ سے آئے ہیں۔ بی اے بی ٹی تعلیم ہے۔ ہومیوپیتھی کی سمجھ بوجھ رکھتے ہیں۔ آپ نے ایک شعر سنایا تھا جو کچھ یوں ہے۔

ہے ریت عاشقوں کی تن من نثار کرنا
رونا ستم اٹھانا اور ان کو پیار کرنا

آپ سیّد تھے ۔ اس کے باوجود حضور کی ڈیرہ پاک میں نالیوں اور غسل خانوں کو صاف کرنا کارِ خیر سمجھتے تھے۔ آپ آیت کریمہ کا ورد ہر وقت کرتے رہتے تھے۔ آپ بیمار ہوئے تو حضرت پیر ڈاکٹر علی محمد صاحب نے تیمارداری اور علاج کا حق ادا کر دیا۔ آپ وصال فرما چکے ہیں۔ حضرت میاں میرؒ کے قبرستان میں آرام فرما ہیں۔

خدا رحمت کند ایں عاشقان پاک طینت را

آپ رات کو مدھم سی لائٹ کے ساتھ لالٹین جلا کر رکھتے تھے ۔ فرماتے حضور نے اسی طرح فرمایا ہے ۔ رات تہجد کے لیے بیدار ہوتے تو پھولوں پودوں کو پانی دیتے پھر تہجد پڑھتے صبح اشراق کے بعد آرام فرماتے۔

آپ کے چہرہ مبارک پر سفید ریش بڑی بھلی معلوم ہوتی چہرہ پرنور تھا اللہ تعالیٰ آپ کے درجات اور بلند فرمائے۔ آمین

۱۰۲۔ جناب بشیر احمد صاحب میاں چنوں والے فرماتے ہیں ایک رات خواب آیا کہ کمیونزم کا دور دورہ ہے۔ لوگ کفر سے بچنے کے لیے پناہوں کی تلاش میں ہیں۔ بھگدڑ مچی ہوئی ہے میں بھی پناہ کی تلاش میں ہوں ایک جگہ حضور کو دیکھا ایک صاحب مدھم روشنی والی لالٹین لیے ساتھ چل رہے ہیں میں ان کے پاس پہنچتا ہوں تو ان صاحب سے پوچھتا ہوں آپ کون صاحب ہیں۔ انہوں نے کہا میں جبرائیل ہوں آج کل حضور کے ہمراہ ہوتا ہوں لوگ

پناہ کے لیے آپ کی طرف آ رہے ہیں۔

۱۰۳۔ جناب ڈاکٹر نذیر احمد صاحب میاں چنوں والے فرماتے ہیں کہ جن دنوں حضور کی خدمت میں حاضر رہتا تھا ایک مرتبہ گھر کو آنا تھا لیکن کپڑے رکھنے کے لیے بریف کیس یا بیگ وغیرہ پاس نہ تھا۔ ماسٹر محمد اقبال صاحب سے بریف کیس حاصل کیا اور گھر آ گیا۔ ایک شادی کے سلسلہ میں خانیوال کے پاس گاؤں میں جانا پڑا۔ بارات کے ساتھ جانے کا پروگرام بھی بن گیا۔ ادھر لاہور میں ماسٹر محمد اقبال صاحب نے حضور سے عرض کی کہ گھر کو بھی جانا ہے کافی دن ہو گئے ہیں۔ نذیر احمد صاحب بریف کیس لے گئے ہیں اور ابھی تک آئے بھی نہیں۔ اب کیا کیا جائے۔ حضور نے فرمایا فکر نہ کریں۔ نذیر احمد صاحب آ جائیں گے۔ چنانچہ رات کو میں سویا تو خواب میں حضور تشریف لائے اور ایک محفل کا سماں ہے حضور میری طرف دیکھ کر فرمانے لگے۔ نذیر احمد صاحب ہمیں اچھے لگتے ہیں ساتھ ہی دیکھا کہ حضور کی آنکھوں میں آنسو ہیں۔ اس کے ساتھ ہی میری آنکھ کھل گئی۔ صبح سب سے کہہ دیا کہ میں واپس لاہور جا رہا ہوں۔ آپ جائیں اور یہ شادی جانے۔ دل کو بے قراری شروع ہو گئی۔ گھر میاں چنوں پہنچا۔ بریف کیس لیا اور لاہور پہنچ گیا۔ حضور نے فرمایا لو نذیر احمد صاحب آ گئے سب حضرات حیران تھے کہ کل ہی ان کا ذکر ہوا اور آج تشریف بھی لے آئے اصل بات کا مجھے پتہ تھا یا حضور کو۔

۱۰۴۔ حضرت صوفی برکت علی لدھیانویؒ کے متعلق سنا ہے کہ کئی مرتبہ حضور کی خدمت میں حاضر ہوئے اور فیض حاصل کیا۔ ان کے مرید خاص خان عبدالصمد صاحب جو کہ آج کل بھی دالووال صوفی صاحب کے ڈیرہ کے قریب روزہ کی حالت میں رات دن مصروف عبادت رہتے ہیں اور جلالی کیفیت رکھتے ہیں۔ ان کو جب کسی موقع پر منازل طے کرنے میں رکاوٹ معلوم ہوتی تو صوفی صاحب ان کو حضور کی خدمت میں بھیجتے تھے تو رکاوٹ بہت جلد ختم ہو کر ترقی ہو جاتی تھی۔

اس واقعہ کو سنتے ہوئے یہ شعر بے ساختہ کہنا پڑتا ہے کہ

اب میری نگاہوں میں جچتا نہیں کوئی
جیسے میری سرکار ہیں ایسا نہیں کوئی

۱۰۵۔ **1977**ء کا غالباً ستمبر کا مہینہ تھا۔ اطلاع ملی کہ حضور ساہیوال تشریف لا چکے ہیں۔ یہاں حضرت میاں صاحب کا عرس شریف ہے۔ میں نے دسویں جماعت میں دوسرے دن داخلہ لینا تھا۔ اپنے چچا کے پاس تھا۔ گورنمنٹ ہائی سکول سندھیلیانوالی میں داخلہ لینا تھا۔ چچا نے کہا کہ میں نے تمہارے اساتذہ اور کلرک سے بات کی ہے۔ اس لیے صبح کہیں نہ جائیں۔ ہر صورت داخلہ لینا ہے۔ میں نے کہا پھر ایک دن ٹھہر کر داخلہ لے لیں گے۔ انہوں نے کہا پہلے کافی لیٹ ہو چکی ہے اب گنجائش نہیں۔ چنانچہ ان کے

بسم اللہ الرحمن الرحیم

یَاوَدُوْدُ

ابتدا تیرے نام سے کرتا ہوں اے رحیم
اے خداوندِ دو عالم اے خداوندِ کریم

انتساب

حضرت پیر مقبول الٰہی صاحب مدظلہ، العالی
زیب آستانہ قادریہ نور والوں کا ڈیرہ پاک
لاہور و ماموں کانجن شریف کے نام
جنہوں نے ہر موقع پر شفقت سے نوازا

MUNIB Graphics Fsd. 626373